حمد بیحد و قیاس اور لاانتہا و لامتناہی سپاس

خدائے رحیم و کریم ملک الجنّۃ والناس

کہ گوہر بے بہا و نسخۂ کیمیا گم گشتگان کا رہنما

یعنی رسالہ

مسیح ہندوستان میں

سفینۂ الماس قلم اعجاز رقم حضرت مسیح الہند مرزا غلام احمد صاحب

قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام

دربارہ نجات مسیح ناصری از صلیب اور آنکا سفر جانب ہندوستان

بتوفیق یزدانی و فضل ربّانی

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان ضلع گورداسپور میں

باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب تراب ایڈیٹر و

مالک مطبع طبع ہوکر ۲۰ نومبر سنہ ۱۹۰۸ء کو

شائع ہوا

تعداد اشاعت ۷۰۰ قیمت ۳ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

اے ہمارے خدا ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر اور تو بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے

دیباچہ

اس کتاب کو میں اس مراد سے لکھتا ہوں کہ تا واقعات صحیحہ اور نہایت کامل اور ثابت شدہ تاریخی شہادتوں اور غیر قوموں کی قدیم تحریروں سے اُن غلط اور خطرناک خیالات کو دور کروں جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے اکثر فرقوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کی پہلی اور آخری زندگی کی نسبت پھیلے ہوئے ہیں۔ یعنے وہ خیالات جنکے خوفناک نتیجے نہ صرف توحید باری تعالےٰ کے رہزن اور غارت گر ہیں بلکہ اس ملک کے مسلمانوں کی اخلاقی حالت پر بھی اُن کا نہایت بد اور زہریلا اثر متواتر مشاہدہ میں آرہا ہے اور ایسی بے اصل کہانیوں اور قصوں پر اعتقاد رکھنے سے بد اخلاقی اور بد اندیشی اور سخت دلی اور بے مہری کی روحانی بیماریاں اکثر اسلامی فرقوں میں پھیلتی جاتی ہیں اور اُنکی صفت انسانی ہمدردی اور رحم اور انصاف اور انکسار اور تواضع کی پاک صفات اسقدر روز بروز کم ہوتی جاتی ہیں کہ گویا وہ اب جلد تر الوداع کہنے کو طیار ہیں۔ اس سخت دلی اور بد اخلاقی

کی وجہ سے بہتیرے مسلمان ایسے دیکھے جاتے ہیں کہ اُن میں اور درندوں میں شاید کچھ تھوڑا ہی سا فرق ہوگا۔ اور ایک جین مت کا انسان اور یا بُدّہ مذہب کا ایک پابند ایک مچھر یا پسّو کے مارنے سے بھی پرہیز کرتا اور ڈرتا ہے۔ مگر افسوس کہ ہم مسلمانوں میں سے اکثر ایسی ہیں کہ وہ ایک ناحق کا خون کرنے اور ایک بے گناہ انسان کی جان ضایع کرنے کیوقت بھی اُس قادر خدا کے مواخذہ سے نہیں ڈرتے جس نے زمین کے تمام جانوروں کی نسبت انسان کی جان کو بہت زیادہ قابل قدر قرار دیا ہے۔ اس قدر سخت دلی اور بے رحمی اور بے مہری کا کیا سبب ہے؟ یہی سبب ہی کہ بچپن سے ایسی کہانیاں اور قصے اور بیجا طور پر جہاد کے مسئلے اُنکے کانوں میں ڈالے جاتے اور انکے دل میں بٹھائے جاتے ہیں۔ جنکی وجہ سے رفتہ رفتہ انکی اخلاقی حالت مردہ ہو جاتی ہے اور اُنکے دل اُن نفرتی کاموں کی بدی کو محسوس نہیں کر سکتے۔ بلکہ جو شخص ایک غافل انسان کو قتل کر کے اُسکے اہل وعیال کو تباہی میں ڈالتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ گویا اُس نے بڑا ہی ثواب کا کام بلکہ قوم میں ایک فخر پیدا کرنے کا موقعہ حاصل کیا ہے۔ اور چونکہ ہمارے اس ملک میں اس قسم کی بدیوں کے روکنے کے لئے وعظ نہیں ہوتے اور اگر ہوتے بھی ہیں تو نفاق سے اسلئے عوام الناس کے خیالات کثرت سے ان فتنہ انگیز باتوں کی طرف جھکے ہوئے ہیں چنانچہ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ اپنی قوم کے حال پر رحم کر کے اردو اور فارسی اور عربی میں ایسی کتابیں لکھی ہیں جنمیں یہ ظاہر کیا ہے کہ مسلمانوں میں جہاد کا مسئلہ اور کسی خونی امام کے آنیکے انتظار کا مسئلہ اور دوسری قوموں سے بغض رکھنے کا مسئلہ یہہ سب بعض کوتہ اندیش علماء کی غلطیاں ہیں ورنہ اسلام میں بجز دفاعی طور کی جنگ یا اُن جنگ کے سوا جو بغرض سزائے ظالم یا آزادی قائم کرنے کی نیت سے ہوں اور کسی صورت میں دین کے لئے تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں اور دفاعی طور کی جنگ سے مراد وہ لڑائیاں ہیں جنکی ضرورت اُسوقت پیش آتی ہے جبکہ مخالفوں کے بلوہ سے اندیشہ جان ہو یہ تین قسم کے شرعی جہاد ہیں بجز ان تین صورتوں کی جنگ کے اور کوئی صورت جو دین کے پھیلانے کیلئے

اسلام میں جائز نہیں۔ غرض اس مضمون کی کتابیں میں نے بہت سا روپیہ خرچ کرکے اس ملک اور نیز عرب اور شام اور خراسان وغیرہ ممالک میں تقسیم کی ہیں۔ لیکن اب مجھے خدائے تعالےٰ کے فضل سے ایسے باطل اور بے اصل عقائد کو دلوں میں سے نکالنے کے لئے وہ دلائل قویہ اور کھلے کھلے ثبوت اور قرآئن یقینیہ اور تاریخی شہادتیں ملی ہیں جنکی سچائی کی کرنیں مجھے بشارت دے رہی ہیں کہ عنقریب اُنکی اشاعت کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں اِن عقائد کے مخالف ایک تعجب انگیز تبدیلی پیدا ہونے والی ہے اور نہایت یقین سے امید کیجاتی ہے کہ اِن سچائیوں کے سمجھنے کے بعد اسلام کے سعادت مند فرزندوں کے دلوں میں سے حلم اور انکسار اور رحم دلی کے خوش نما اور شیرین چشمے جاری ہونگے اور اُنکی روحانی تبدیلی ہوکر ملک پر ایک نہایت نیک اور بابرکت اثر پڑیگا۔ ایسا ہی مجھے یقین ہے کہ عیسائی مذہب کے محقق اور دوسرے تمام سچائی کے بھوکے اور پیاسے بھی اس میری کتاب سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اور یہ جو میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ اس کتاب کا اصل مدعا مسلمانوں اور عیسائیوں کی اُس غلطی کی اصلاح ہے جو ان کے بعض اعتقادات میں دخل پاگئی ہے یہ بیان کسی قدر تفصیل کا محتاج ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں۔

واضح ہو کہ اکثر مسلمانوں اور عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ چلے گئے ہیں۔ اور یہ دونوں فرقے ایک مدت سے یہی گمان کرتے چلے آئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابتک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور کسی وقت آخری زمانہ میں پھر زمین پر نازل ہوں گے۔ اور ان دونوں فریق یعنے اہل اسلام اور مسیحیوں کے بیان میں فرق صرف اتنا ہے کہ عیسائی تو اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے صلیب پر جان دی اور پھر زندہ ہوکر آسمان پر مع جسم عنصری چڑھ گئے اور اپنے باپ کے دائیں ہاتھ جا بیٹھے اور پھر آخری زمانہ میں دنیا کی عدالت کے لئے زمین پر آئینگے اور کہتے ہیں کہ دنیا کا خدا اور خالق اور مالک وہی یسوع مسیح ہے اُس کے سوا اور کوئی نہیں۔ وہی ہے جو

دنیا کے اخیر میں سزا جزا دینے کیلئے جلالی طور پر نازل ہوگا تب ہر ایک آدمی جس نے اُس کو یا اُس کی ماں کو بھی خدا کر کے نہیں مانا پکڑا جائیگا اور جہنم میں ڈالا جائے گا جہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا۔ مگر مسلمانوں کے مذکورہ بالا فرقے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے اور نہ صلیب پر مرے بلکہ اس وقت جبکہ یہودیوں نے اُن کو مصلوب کرنے کے لئے گرفتار کیا خدا کا فرشتہ ان کو مع جسم عنصری آسمان پر لیگیا اور ابتک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور مقام ان کا دوسرا آسمان ہے جہاں حضرت یحییٰ نبی یعنے یوحنا ہیں۔ اور نیز مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بزرگ نبی ہے مگر نہ خدا ہی اور نہ خدا کا بیٹا اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کے منارہ کے قریب یا کسی اور جگہ اُتریں گے اور امام محمد مہدی کے ساتھ ملکر جو پہلے سے بنی فاطمہ میں سے دنیا میں آیا ہوا ہوگا دنیا کی تمام غیر قوموں کو قتل کر ڈالیں گے اور بجز ایسے شخص کے جو بلا توقف مسلمان ہو جائے اور کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ غرض مسلمانوں کا وہ فرقہ جو اپنے تئیں اہل سنت یا اہل حدیث کہتے ہیں جن کو عوام وہابی کے نام سے پکارتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زمین پر نازل ہونے سے اصل مقصد یہ قرار دیتے ہیں کہ تا وہ ہندوؤں کے مہادیو کی طرح تمام دنیا کو فنا کر ڈالیں۔ اوّل یہ دھمکی دیں کہ مسلمان ہو جائیں اور اگر پھر بھی لوگ کفر پر قائم رہیں تو سب کو تہ تیغ کر دیں۔ اور کہتے ہیں کہ اسی غرض سے وہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر زندہ رکھے گئے ہیں کہ تا ایسے زمانہ میں جبکہ اسلامی سلاطین کی طاقتیں کمزور ہو جائیں آسمان سے اتر کر غیر قوموں کو ماریں اور جبر سے مسلمان کریں یا بصورت انکار قتل کر دیں۔ بالخصوص عیسائیوں کی نسبت بڑے زور سے فرقہ مذکورہ کے عالم یہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو وہ دنیا کی تمام صلیبوں کو توڑ دیں گے اور تلوار کے ساتھ سخت بیرحمی کی کارروائیاں کریں گے اور دنیا کو خون میں غرق کر دیں گے۔ اور جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے یہہ لوگ یعنے مسلمانوں میں سے اہل حدیث وغیرہ بڑے جوش سے یہہ

اعتقاد ظاہر کرتے ہیں کہ مسیح کے اترنے سے کچھ عرصہ پہلے بنی فاطمہ میں سے ایک امام پیدا ہوگا جس کا نام محمد مہدی ہوگا اور دراصل خلیفۂ وقت اور بادشاہ وہی ہوگا کیونکہ وہ قریش میں سے ہوگا - اور چونکہ اصل غرض اُسکی یہ ہوگی کہ تمام غیر قوموں کو جو اسلام سے منکر ہیں قتل کر دیا جائے بجز ایسے شخص کے کہ جو جلدی سے کلمہ پڑھ لے اس لئے اُس کی مدد اور ہاتھ بٹانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے اور گو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بجائے خود ایک مہدی ہیں بلکہ بڑے مہدی وہی ہیں لیکن اس سبب سے کہ خلیفہ وقت قریش میں سے ہونا چاہیے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خلیفہ وقت نہیں ہوں گے بلکہ خلیفہ وقت وہی محمد مہدی ہوگا - اور کہتے ہیں کہ یہ دونوں ملکر زمین کو انسانوں کے خون سے بھر دیں گے اور اسقدر خون ریزی کریں گے جسکی نظیر ابتداء دنیا سے اخیر تک کسی جگہ نہیں پائی جائے گی اور آتے ہی خونریزی ہی شروع کردیں گے اور کوئی وعظ وغیرہ نہیں کرینگے اور نہ کوئی نشان دکھائیں گے اور کہتے ہیں کہ اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام محمد مہدی کے لئے بطور مشیر یا وزیر کے ہوں گے اور عنان حکومت صرف مہدی کے ہاتھ میں ہوگی لیکن حضرت مسیح تمام دنیا کے قتل کرنیکے لئے حضرت امام محمد مہدی کو ہر وقت اکسائیں گے - اور تیز مشورے دیتے رہیں گے گویا اُس اخلاقی زمانہ کی کسر نکالیں گے جبکہ آپ نے یہ تعلیم دی تھی کہ کسی شر کا مقابلہ مت کرو اور ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری گال بھی پھیر دو -

یہ مسلمانوں اور مسیحیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت عقیدے ہیں اور اگرچہ عیسائیوں کی یہ ایک بڑی غلطی ہے کہ وہ ایک عاجز انسان کو خدا کہتے ہیں لیکن بعض اہل اسلام جن میں سے اہل حدیث کا وہ فرقہ بھی ہے جنکو وہابی بھی کہتے ہیں اُنکے یہ عقائد کہ جو خونی مہدی اور خونی مسیح موعود کی نسبت اُنکے دلوں میں ہیں اُنکی اخلاقی حالتوں پر نہایت بد اثر ڈال رہے ہیں - یہانتک کہ وہ اس بد اثر کی وجہ سے نہ کسی دوسری قوم سے نیک نیتی اور صلحکاری اور دیانت کیساتھ رہ سکتے ہیں -

اور نہ کسی دوسری گورنمنٹ کے نیچے سچی اور کامل اطاعت اور وفاداری سے بسر کر سکتے ہیں اور ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ایسا عقیدہ سخت اعتراض کی جگہ ہے کہ غیر قوموں پر اس قدر جبر کیا جائے کہ یا تو بلا توقف مسلمان ہو جائیں اور یا قتل کئے جائیں - اور ہر ایک کانشنس بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ قبل اس کے کہ کوئی شخص کسی دین کی سچائی کو سمجھ لے اور اسکی نیک تعلیم اور خوبیوں سے مطلع ہو جائے یونہی جبر اور اکراہ اور قتل کی دھمکی سے اسکو اپنے دین میں داخل کرنا سخت ناپسندیدہ طریقہ ہے اور ایسی طریقہ سے دین کی ترقی تو کیا ہوگی بلکہ برعکس اس کے ہر ایک مخالف کو اعتراض کرنے کا موقع ملتا ہے - اور ایسے اصولوں کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ نوع انسان کی ہمدردی بکلی دل سے اٹھ جائے اور رحم اور انصاف جو انسانیت کا ایک بھاری خلق ہے ناپدید ہو جائے اور بجائے اسکے کینہ اور بد اندیشی بڑھتی جائے اور صرف درندگی باقی رہ جائے اور اخلاق فاضلہ کا نام و نشان نہ رہے - مگر ظاہر ہے کہ ایسی اصول اُس خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے جس کا ہر ایک مواخذہ اتمام حجت کے بعد ہے -

سوچنا چاہیے کہ اگر مثلاً ایک شخص ایک سچے مذہب کو اس وجہ سے قبول نہیں کرتا کہ وہ اُسکی سچائی اور اُس کی پاک تعلیم اور اسکی خوبیوں سے ہنوز ناواقف اور بے خبر ہے تو کیا ایسے شخص کے ساتھ یہ برتاؤ مناسب ہے کہ بلا توقف اسکو قتل کر دیا جائے بلکہ ایسا شخص قابل رحم ہے اور اس لائق ہے کہ نرمی اور خلق سے اُس مذہب کی سچائی اور خوبی اور روحانی منفعت اُسپر ظاہر کیجائے نہ یہ کہ اس کے انکار کا تلوار یا بندوق سے جواب دیا جائے - لہذا اس زمانہ کے اِن اسلامی فرقوں کا مسئلہ جہاد اور پھر اُس کے ساتھ یہ تعلیم کہ عنقریب وہ زمانہ آنیوالا ہے کہ جب ایک خونی مہدی پیدا ہوگا جس کا نام امام محمد ہوگا اور مسیح اسکی مدد کے لئے آسمان سے اترے گا اور وہ دونوں ملکر دنیا کی تمام غیر قوموں کو اسلام کے انکار پر قتل کر دینگے نہایت درجہ اخلاقی مسئلہ کے مخالف ہے - کیا یہ وہ عقیدہ نہیں ہے کہ جو انسانیت کے تمام پاک قویٰ کو معطل کرتا اور درندوں کی طرح جذبات پیدا کر دیتا ہے اور ایسے عقائد والوں کو ہر ایک قوم

سے منافقانہ زندگی بسر کرنی پڑتی ہے یہانتک کہ غیر قوم کے حکام کے ساتھ بھی سچی اطاعت کے ساتھ پیش آنا محال ہوجاتا ہے بلکہ دروغ گوئی کے ذریعہ سے ایک جھوٹی اطاعت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ملک برٹش انڈیا میں اہل حدیث کے بعض فرقے جنکی طرف ہم ابھی اشارہ کر آئے ہیں گورنمنٹ انگریزی کے ماتحت دورویہ طرز کی زندگی بسر کر رہے ہیں یعنے پوشیدہ طور پر عوام کو وہی خونریزی کے زمانہ کی امیدیں دیتے ہیں اور خونی مہدی اور خونی مسیح کے انتظار میں ہیں اور اُسی کے مطابق مسئلے سکھاتے ہیں اور پھر جب حکام کے سامنے جاتے ہیں تو انکی خوشامدیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ایسے عقیدوں کے مخالف ہیں۔ لیکن اگر سچ مچ مخالف ہیں تو کیا وجہ کہ وہ اپنی تحریرات کے ذریعہ سے اسکی عام اشاعت نہیں کرتے اور کیا وجہ کہ وہ آنے والے خونی مہدی اور مسیح کی ایسے طور سے انتظار کر رہے ہیں کہ گویا اُس کے ساتھ شامل ہونے کے لئے دروازے پر کھڑے ہیں۔ غرض ایسے اعتقادات سے اس قسم کے مولویوں کی اخلاقی حالت میں بہت کچھ تنزل پیدا ہوگیا ہے اور وہ اس لائق نہیں رہے کہ نرمی اور صلحکاری کی تعلیم دے سکیں بلکہ دوسرے مذہب کے لوگوں کو خواہ نخواہ قتل کرنا دینداری کا ایک بڑا فرض سمجھا گیا ہے۔ ہم اس سے بہت خوش ہیں کہ کوئی فرقہ اہل حدیث میں سے ان غلط عقیدوں کا مخالف ہو۔ لیکن ہم اس بات کو افسوس کے ساتھ بیان کرنے سے رُک نہیں سکتے کہ اہل حدیث کے فرقوں میں سے وہ چھپے وہابی بھی ہیں جو خونی مہدی اور جہاد کے مسائل کو مانتے ہیں اور طریق صحیح کے برخلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور کسی موقع کے وقت میں دوسرے مذاہب کے تمام لوگوں کو قتل کر دینا بڑے ثواب کا طریق خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ عقائد یعنے اسلام کیلئے قتل یا ایسی پیشگوئیوں پر عقیدہ رکھنا کہ گویا کوئی خونی مہدی یا خونی مسیح دنیا میں آئے گا اور خونریزی اور خونریزی کی دھمکیوں سے اسلام کو ترقی دینا چاہے گا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے بالکل مخالف ہیں۔ ہمارے

✣ اہل حدیث میں سے بعض بڑی گستاخی اور ناحق شناسی سے اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ عنقریب مہدی پیدا ہونیوالا ہے اور وہ ہندوستان کے بادشاہ انگریزوں کو اپنا اسیر بنائیگا اور اسوقت عیسائی بادشاہ گرفتار ہوکر اسکے سامنے پیش کیا جائیگا۔ یہ کتابیں ابتک ان اہل حدیث کے گھروں میں موجود ہیں۔ منجملہ انکے کتاب اقتراب الساعہ ایک بڑی مشہور اہل حدیث کی تصنیف ہے جسکے صفحہ ۶۴ میں یہی قصہ لکھا ہے۔ منہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں اور پھر بعد اسکے بھی کفار کے ہاتھ سے دکھ اُٹھایا اور بالخصوص مکہ کے تیرہ برس اس مصیبت اور طرح طرح کے ظلم اٹھانے میں گذرے کہ جسکے تصور سے بھی رونا آتا ہے لیکن آپنے اسوقت تک دشمنوں کے مقابل پر تلوار نہ اٹھائی اور نہ انکے سخت کلمات کا سخت جواب دیا جب تک کہ بہت سے صحابہ اور آپکے عزیز دوست بڑی بے رحمی سے قتل کئے گئے اور طرح طرح سے آپ کو بھی جسمانی دُکھ دیا گیا اور کئی دفعہ زہر بھی دیگئی - اور کئی قسم کی تجویزیں قتل کرنے کی کیگئیں جنمیں مخالفوں کو ناکامی رہی جب خدا کی انتقام کا وقت آیا تو ایسا ہوا کہ مکہ کی تمام رئیسوں اور قوم کے سرپرآوردہ لوگوں نے اتفاق کرکے یہ فیصلہ کیا کہ بہرحال اس شخص کو قتل کر دینا چاہیے اسوقت خدا نے جو اپنے پیاروں اور صدیقوں اور راستبازوں کا حامی ہوتا ہے آپ کو خبر دیدی کہ اس شہر میں اب بجز بدی کے کچھ نہیں اور قتل پر کمربستہ ہیں یہاں سے جلد بھاگ جاؤ تب آپ بحکم الٰہی مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے - مگر پھر بھی مخالفوں نے پیچھا نہ چھوڑا بلکہ تعاقب کیا - اور بہرحال اسلام کو پامال کرنا چاہا - جب اس حد تک ان لوگوں کی شورہ پشتی بڑھگئی اور کئی بیگناہوں کے قتل کرنے کے جرم نے بھی انکو سزا کے لائق بنایا تب انکے ساتھ لڑنے کے لئے بطور مدافعت اور حفاظت خود اختیاری اجازت دیگئی اور نیز وہ لوگ بہت سے بیگناہ مقتولوں کے عوض میں جنکو انھوں نے بغیر کسی معرکہ جنگ کے محض شرارت سے قتل کیا تھا اور انکے مالوں پر قبضہ کیا تھا اس لائق ہو گئے تھے کہ اسی طرح انکے ساتھ اور انکے معاونوں کے ساتھ معاملہ کیا جاتا - مگر مکہ کی فتح کے وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو بخشدیا لہذا یہ خیال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ نے کبھی دین پھیلانے کے لئے لڑائی کی تھی یا کسی کو جبراً اسلام میں داخل کیا تھا سخت غلطی اور ظلم ہے -

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ چونکہ اُس زمانہ میں ہر ایک قوم کا اسلام کے ساتھ تعصب بڑھا ہوا تھا اور مخالف لوگ اسکو ایک فرقہ جدیدہ اور جماعت قلیلہ سمجھکر اُسکے نیست و نابود کرنے کی تدبیروں میں لگے ہوئے تھے اور ہر ایک اس فکر میں تھا

کہ کسی طرح یہ لوگ جلد نابود ہو جائیں اور یا ایسے منتشر ہوں کہ اُنکی ترقی کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہے اس
وجہ سے بات بات میں اُنکی طرف سے مزاحمت تھی اور ہر ایک قوم میں سے جو شخص مسلمان ہو جاتا
تھا وہ قوم کے ہاتھ سے یا تو فی الفور مارا جاتا اور یا اسکی زندگی سخت خطرہ میں رہتی تھی تو ایسے وقت
میں خدا تعالےٰ نے نو مسلم لوگوں پر رحم کر کے ایسی متعصب طاقتوں پر یہ تعزیر لگادی تھی کہ وہ اسلام
کے خراج دہ ہو جائیں اور اس طرح اسلام کے لئے آزادی کے دروازے کھول دیں اور
اس سے مطلب یہہ تہا کہ تا ایمان لانے والوں کی راہ سے روکیں دور ہو جائیں اور یہ دنیا پر خدا
کا رحم تھا اور اس میں کسی کا حرج نہ تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ اس وقت کے غیر قوم کے بادشاہ اسلام
کی مذہبی آزادی کو نہیں روکتے اسلامی فرائض کو بند نہیں کرتے اور اپنی قوم کے مسلمان ہونے
والوں کو قتل نہیں کرتے انکو قید خانوں میں نہیں ڈالتے انکو طرح طرح کے دکھ نہیں دیتے تو
پھر کیوں اسلام انکے مقابل پر تلوار اٹھاوے ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اسلام نے کبھی جبر کا مسئلہ نہیں
سکھایا۔ اگر قرآن شریف اور تمام حدیث کی کتابوں اور تاریخ کی کتابوں کو غور سے دیکھا جائے اور
جہانتک انسان کے لئے ممکن ہے تدبر سے پڑھا یا سنا جائے تو اس قدر وسعت معلومات کے بعد قطعی
یقین کے ساتھہ معلوم ہوگا کہ یہ اعتراض کہ گویا اسلام نے دین کو جبراً پھیلانے کے لئے تلوار اٹھائی
ہے نہایت بے بنیاد اور قابل شرم الزام ہے اور یہ ان لوگوں کا خیال ہے جنھوں نے تعصب سے
الگ ہو کر قرآن اور حدیث اور اسلام کی معتبر تاریخوں کو نہیں دیکھا بلکہ جھوٹ اور بہتان لگانیسے
پورا پورا کام لیا ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اب وہ زمانہ قریب آتا جاتا ہے کہ راستی کے بھوکے اور
پیاسے ان بہتانوں کی حقیقت پر مطلع ہو جائیں گے۔ کیا اُس مذہب کو ہم جبر کا مذہب کہہ سکتے ہیں
جس کی کتاب قرآن میں صاف طور پر یہ ہدایت ہے کہ لا اکراہ فی الدین یعنے دین میں داخل
کرنے کے لئے جبر جائز نہیں۔ کیا ہم اُس بزرگ نبی کو جبر کا الزام دے سکتے ہیں جسنے مکہ معظمہ کے تیرہ
برس میں اپنے تمام دوستوں کو دن رات یہی نصیحت دی کہ شر کا مقابلہ مت کرو اور صبر کرتے رہو
ہاں جب دشمنوں کی بدی حد سے گذر گئی اور دین اسلام کے مٹا دینے کے لئے تمام قوموں نے

کوشش کی تو اسوقت غیرت الٰہی نے تقاضا کیا کہ جو لوگ تلوار اٹھاتے ہیں وہ تلوار ہی سے قتل کئے جائیں - ورنہ قرآن شریف نے ہرگز جبر کی تعلیم نہیں دی - اگر جبر کی تعلیم ہوتی تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جبر کی تعلیم کی وجہ سے اس لائق نہ ہوتے کہ امتحانوں کے موقع پر سچے ایمانداروں کی طرح صدق دکھلا سکتے - لیکن ہمارے سید و مولی نبی صلی اللہ کے صحابہ کی وفاداری ایک ایسا امر ہے کہ اس کے اظہار کی ہمیں ضرورت نہیں - یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ اُن سے صدق اور وفاداری کے نمونے اس درجہ پر ظہور میں آئے کہ دوسری قوموں میں انکی نظیر ملنا مشکل ہے - اس وفادار قوم نے تلواروں کے نیچے بھی اپنی وفاداری اور صدق کو نہیں چھوڑا بلکہ اپنے بزرگ اور پاک نبی کی رفاقت میں وہ صدق دکھلایا کہ کبھی انسان میں وہ صدق نہیں آسکتا جب تک ایمان سے اس کا دل اور سینہ منوّر نہ ہو - غرض اسلام میں جبر کو دخل نہیں - اسلام کی لڑائیاں تین قسم سے باہر نہیں (۱) دفاعی طور پر یعنے بطریق حفاظت خود اختیاری - (۲) بطور سزا یعنے خون کے عوض میں خون - (۳) بطور آزادی قائم کرنے کے یعنے بغرض مزاحموں کی قوت توڑنے کے جو مسلمان ہونے پر قتل کرتے تھے پس جس حالت میں اسلام میں یہ ہدایت ہی نہیں کہ کسی شخص کو جبر اور قتل کی دھمکی سے دین میں داخل کیا جائے تو پھر کسی خونی مہدی یا خونی مسیح کی انتظار کرنا سراسر لغو اور بیہودہ ہے - کیونکہ ممکن نہیں کہ قرآنی تعلیم کے برخلاف کوئی ایسا انسان بھی دنیا میں آوے جو تلوار کے ساتھ لوگوں کو مسلمان کرے - یہ بات ایسی نہ تھی کہ سمجھ نہ آسکتی یا اسکے سمجھنے میں کچھ مشکلات ہوتیں لیکن نادان لوگوں کو نفسانی طمع نے اس عقیدہ کی طرف جھکایا ہے کیونکہ ہمارے اکثر مولویوں کو یہ دھوکا لگا ہوا ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ مہدی کی لڑائیوں کے ذریعہ سے بہت سا مال انکو ملے گا یہانتک کہ وہ سنبھال نہیں سکیں گے اور چونکہ آجکل اس ملک کے اکثر مولوی بہت تنگ دست ہیں اسوجہ سے بھی وہ ایسے مہدی کے دن رات منتظر ہیں کہ تا شاید اسی ذریعہ سے انکی نفسانی حاجتیں پوری ہوں لہذا جو شخص ایسے مہدی کے آنے سے انکار کرے

یہ لوگ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اسکو فی الفور کافر ٹھہرایا جاتا اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ میں بھی انہی وجوہ سے ان لوگوں کی نظر میں کافر ہوں کیونکہ ایسے خونی مہدی اور خونی مسیح کے آنے کا قائل نہیں ہوں بلکہ ان بیہودہ عقیدوں کو سخت کراہت اور نفرت سے دیکھتا ہوں اور میرے کافر کہنے کی صرف یہی وجہ نہیں کہ میں نے ایسے فرضی مہدی اور فرضی مسیح کے آنے سے انکار کر دیا ہے جس پر ان کا اعتقاد ہے بلکہ ایک یہ بھی وجہ ہے کہ میں نے خدا تعالےٰ سے الہام پاکر اس بات کا عام طور پر اعلان کیا ہے کہ وہ حقیقی اور واقعی مسیح موعود جو وہی درحقیقت مہدی بھی ہے جسکے آنے کی بشارت انجیل اور قرآن میں پائی جاتی ہے اور احادیث میں بھی اسکے آنے کے لئے وعدہ دیا گیا ہے وہ میں ہی ہوں مگر بغیر تلواروں اور بندوقوں کے۔ اور خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ نرمی اور آہستگی اور حلم اور غربت کے ساتھ اس خدا کی طرف لوگوں کو توجہ دلاؤں جو سچا خدا اور قدیم اور غیر متغیر ہے اور کامل تقدس اور کامل علم اور کامل رحم اور کامل انصاف رکھتا ہے۔

اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہی ہوں۔ جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ اُن گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں۔ مجھے اُس نے بھیجا ہے کہ تا میں امن اور حلم کے ساتھ دنیا کو سچے خدا کی طرف رہبری کروں۔ اور اسلام میں اخلاقی حالتوں کو دوبارہ قائم کر دوں۔ اور مجھے اُس نے حق کے طالبوں کی تسلی پانے کے لئے آسمانی نشان بھی عطا فرمائے ہیں اور میری تائید میں اپنے عجیب کام دکھلائے ہیں اور غیب کی باتیں اور آیندہ کے بھید جو خدا تعالےٰ کی پاک کتابوں کے رو سے صادق کی شناخت کے لئے اصل معیار ہے میرے پر کھولے ہیں اور پاک معارف اور علوم مجھے عطا فرمائے ہیں اس لئے اُن روحوں نے مجھ سے دشمنی کی جو سچائی کو نہیں چاہتیں اور تاریکی سے خوش ہیں۔ مگر میں نے چاہا کہ جہانتک مجھ سے ہو سکے نوع انسان کی ہمدردی کروں۔ سو اس زمانہ میں عیسائیوں کے ساتھ بڑی ہمدردی یہ ہے کہ اُنکو اُس سچے خدا کی طرف توجہ دیجائے جو پیدا ہونے اور مرنے اور درد و دکھ وغیرہ نقصانوں سے پاک ہے وہ خدا جس نے تمام ابتدائی اجسام و اجرام کو

کروی شکل پر پیدا کر کے اپنے قانون قدرت میں یہ ہدایت منقوش کی کہ اسکی ذات میں کرویت کیطرح وحدت اور یک جہتی ہے اس لئے بسیط چیزوں میں سے کوئی چیز سہ گوشہ پیدا نہیں کی گئی یعنے جو کچھہ خدا کے ہاتھہ سے پہلے پہلے نکلا جیسے زمین آسمان سورج چاند اور تمام ستارے اور عناصر وہ سب کروی ہیں جنکی کرویت توحید کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ سو عیسائیوں سے سچی ہمدردی اور سچی محبت اس سے بڑھکر اور کوئی نہیں کہ اُس خدا کی طرف انکو رہبری کیجائے جس کے ہاتھہ کی چیزیں اُسکو تثلیث سے پاک ٹھہراتی ہیں۔

اور مسلمانوں کے ساتھہ بڑی ہمدردی یہ ہے کہ ان کی اخلاقی حالتوں کو درست کیا جائے اور اُنکی ان جھوٹی امیدوں کو کہ ایک خونی مہدی اور مسیح کا ظاہر ہونا اپنے دلوں میں جمائے بیٹھے ہیں جو اسلامی ہدایتوں کی سراسر مخالف ہیں زائل کیا جائے۔ اور میں ابھی لکھہ چکا ہوں کہ حال کے بعض علما کی یہ خیالات کہ مہدی خونی آئے گا اور تلوار سے اسلام کو پھیلائیگا یہہ تمام خیالات قرآنی تعلیم کے مخالف اور صرف نفسانی آرزوئیں ہیں اور ایک نیک اور حق پسند مسلمان کے لئے ان خیالات سے باز آجانے کے لئے صرف اسی قدر کافی ہے کہ قرآنی ہدایتوں کو غور سے پڑھے اور ذرہ ٹھہر کر اور فکر اور سوچ سے کام لیکر نظر کرے کہ کیونکر خدا تعالےٰ کا پاک کلام اس بات کا مخالف ہی کہ کسی کو دین میں داخل کرنے کے لئے قتل کی دھمکی دیجائے غرض یہی ایک دلیل ایسے عقیدوں کے باطل ثابت کرنے کے لئے کافی ہے لیکن تاہم میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ تاریخی واقعات وغیرہ روشن ثبوتوں سے بھی مذکورہ بالا عقائد کا باطل ہونا ثابت کروں۔ سو میں اس کتاب میں یہ ثابت کروں گا کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے اور نہ کبھی امید رکھنی چاہیے کہ وہ پھر زمین پر آسمان سے نازل ہوں گے بلکہ وہ اکیسو بیس برس کی عمر پاکر سری نگر کشمیر میں فوت ہو گئے اور سری نگر محلہ خان یار میں اُنکی قبر ہے۔ اور میں نے صفائی بیان کے لئے اس تحقیق کو دس باب اور ایک خاتمہ پر منقسم کیا ہی۔ (۱) اول وہ شہادتیں جو اس بارے میں انجیل سے ہمکو ملی ہیں۔ (۲) دوم وہ شہادتیں جو اس بارے میں

قرآن شریف اور حدیث سے ہمکو ملی ہیں۔ (۳) سوم وہ شہادتیں جو طبابت کی کتابوں سے ہمکو ملی ہیں۔ (۴) چہارم وہ شہادتیں جو تاریخی کتابوں سے ہمکو ملی ہیں۔ (۵) پنجم وہ شہادتیں جو زبانی تواترات سے ہمکو ملی ہیں۔ (۶) ششم وہ شہادتیں جو قرائن متفرقہ سے ہمکو ملی ہیں۔ (۷) ہفتم وہ شہادتیں جو معقولی دلائل سے ہمکو ملی ہیں۔ (۸) ہشتم وہ شہادتیں جو خدا کے تازہ الہام سے ہمکو ملی ہیں۔ یہ آٹھ باب ہیں (۹) نویں باب میں برعایت اختصار عیسائی مذہب اور اسلام کا تعلیم کی رو سے مقابلہ کرکے دکھلایا جاے گا اور اسلامی مذہب کے سچائی کے دلائل بیان کئے جائیں گے۔ (۱۰) دسویں باب میں کچھ زیادہ تفصیل ان امور کی کیجائیگی جسکے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے۔ اور یہ بیان ہوگا کہ میرے مسیح موعود اور منجانب اللہ ہونے کا ثبوت کیا ہے۔ اور اخیر پر ایک خاتمہ کتاب کا ہوگا جس میں بعض ضروری ہدایتیں درج ہوں گی۔

ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو غور سے پڑھیں اور یونہی بدظنی سے ان سچائیوں کو ہاتھ سے پھینک نہ دیں اور یاد رکھیں کہ ہماری یہ تحقیق سرسری نہیں ہے بلکہ یہ ثبوت نہایت تحقیق اور تفتیش سے بہم پہونچایا گیا ہے۔ اور ہم خدا تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اس کام میں ہماری مدد کرے اور اپنے خاص الہام اور القا سے سچائی کی پوری روشنی ہمیں عطا فرماوے کہ ہر ایک صحیح علم اور صاف معرفت اُسی سے اترتی اور اسی کی توفیق سے دلوں کی رہنمائی کرتی ہے۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار **مرزا غلام احمد** از قادیاں

۲۵-اپریل سنہ ۱۸۹۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

جاننا چاہیے کہ اگرچہ عیسائیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودا اسکریوطی کی شرارت سے گرفتار ہوکر مصلوب ہوگئے اور پھر زندہ ہوکر آسمان پر چلے گئے۔ لیکن انجیل شریف پر غور کرنے سے یہہ اعتقاد سراسر باطل ثابت ہوتا ہے۔ متی باب ۱۲ آیت ۴۰ میں لکھا ہے کہ جیساکہ یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔ اب ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا نہیں تھا۔ اور اگر زیادہ سے زیادہ کچھ ہوا تھا تو صرف بیہوشی اور غشی تھی۔ اور خدا کی پاک کتابیں یہ گواہی دیتی ہیں کہ یونس خدا کے فضل سے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور زندہ نکلا۔ اور آخر قوم نے اُسکو قبول کیا۔ پھر اگر حضرت مسیح علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں مرگئے تھے تو مردہ کو زندہ سے کیا مشابہت اور زندہ کو مردہ سے کیا مناسبت؟ بلکہ حقیقت یہہ ہے کہ چونکہ مسیح ایک نبی صادق تھا اور جانتا تھا کہ وہ خدا جس کا وہ پیارا تھا لعنتی موت سے اسکو بچائے گا۔ اس لئے اس نے خدا سے الہام پاکر پیشگوئی کے طور پر یہ مثال بیان کی تھی اور اس مثال میں جتلادیا تھا کہ وہ صلیب پر نہ مرے گا اور نہ لعنت کی لکڑی پر اسکی جان نکلے گی بلکہ یونس نبی کیطرح صرف غشی کی حالت ہوگی۔ اور مسیح نے اس مثال میں یہہ بھی اشارہ کیا تھا کہ وہ زمین کے پیٹ سے نکل کر پھر قوم سے ملے گا

اور یونس کی طرح قوم میں عزت پائے گا۔ سو یہہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی۔ کیونکہ مسیح زمین کے پیٹ میں سے نکلکر اپنی اُن قوموں کی طرف گیا جو کشمیر اور تبت وغیرہ مشرقی ممالک میں سکونت رکھتی تھیں یعنے بنی اسرائیل کے وہ دس فرقے جنکو شالمنذر شاہ اسور سامریہ سے مسیح سے سات سو اکیس برس پیشتر اسیر کرکے لے گیا آخر وہ ہندوستان کیطرف آکر اس ملک کے متفرق مقامات میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ اور ضرور تھا کہ مسیح اس سفر کو اختیار کرتا۔ کیونکہ خدا یتعالی کی طرف سے یہی اس کی نبوت کی علت غائی تھی کہ وہ اُن گم شدہ یہودیوں کو ملتا جو ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ یہ کہ درحقیقت وہی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں تھیں جنھوں نے ان ملکوں میں آکر اپنے باپ دادے کا مذہب بھی ترک کر دیا تھا اور اکثر اُن کے بدھ مذہب میں داخل ہو گئے تھے۔ اور پھر رفتہ رفتہ بت پرستی تک نوبت پہونچی تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر برنیر نے بھی اپنی کتاب وقایع سیر و سیاحت میں کئی اہل علم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ کشمیر کے باشندے دراصل یہودی ہیں کہ جو تفرقہ شاہ اسور کے ایام میں اس ملک میں آگئے تھے ✣ بہرحال حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے یہ ضروری تھا کہ اُن گم شدہ بھیڑوں کو تلاش کرتے جو اس ملک ہند میں آکر دوسری قوموں میں مخلوط ہو گئی تھیں۔ چنانچہ آگے چل کر ہم اس بات کا ثبوت دیں گے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فی الواقع اس ملک ہند میں آئے اور پھر منزل بمنزل کشمیر میں پہونچے۔ اور اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کا بدھ مذہب میں پتہ لگا لیا۔ اور اُنھوں نے آخر اُسکو اسی طرح قبول کیا جیسا کہ یونس کی قوم نے یونس کو قبول کر لیا تھا۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا۔ کیونکہ مسیح انجیل میں اپنی زبان سے اس بات کو بیان کرتا ہے کہ وہ اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہے۔

ماسوا اس کے صلیب کی موت سے نجات پانا اس کو اس لئے بھی ضروری تھا کہ مقدس کتاب میں لکھا ہے کہ جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے۔ اور لعنت کا ایک ایسا مفہوم ہے کہ جو عیسی مسیح جیسے برگزیدہ پر ایکدم کے لئے بھی تجویز کرنا سخت ظلم اور ناانصافی ہے۔ کیونکہ باتفاق تمام اہل زبان لعنت کا مفہوم دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اُس حالت میں کسی کو ملعون کہا جائیگا

✣ دیکھو جلد دوم واقعات سیر و سیاحت ڈاکٹر برنیر فرانسیسی۔

جب کہ حقیقت میں اُس کا دل خدا سے برگشتہ ہو کر سیاہ ہو جاوے اور خدا کی رحمت سے بے نصیب اور خدا کی محبت سے بے بہرہ اور خدا کی معرفت سے بکلی تہیدست اور خالی اور شیطان کی طرح اندھا اور بے بہرہ ہو کر گمراہی کے زہر سے بھرا ہوا ہو اور خدا کی محبت اور معرفت کا نور ایک ذرہ اُس میں باقی نہ رہے اور تمام تعلق مہر و وفا کا ٹوٹ جائے اور اُس میں اور خدا میں باہم بغض اور نفرت اور کراہت اور عداوت پیدا ہو جائے۔ یہانتک کہ خدا اُس کا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ہو جائے اور خدا اُس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو جائے۔ غرض ہر ایک صفت میں شیطان کا وارث ہو جائے۔ اور اسی وجہ سے لعین شیطان کا نام ہے۔ ✣

اب ظاہر ہے کہ ملعون کا مفہوم ایسا پلید اور ناپاک ہے کہ کسی طرح کسی راستباز پر جو کہ اپنے دل میں خدا کی محبت رکھتا ہے صادق نہیں آسکتا۔ افسوس کہ عیسائیوں نے اس اعتقاد کے ایجاد کرنے کے وقت لعنت کے مفہوم پر غور نہیں کی ورنہ ممکن نہ تھا کہ وہ لوگ ایسا خراب لفظ مسیح جیسے راستباز کی نسبت استعمال کر سکتے۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح پر کبھی ایسا زمانہ آیا تھا کہ اُس کا دل درحقیقت خدا سے برگشتہ اور خدا کا منکر اور خدا سے بیزار اور خدا کا دشمن ہو گیا تھا؟ کیا ہم گمان کر سکتے ہیں کہ مسیح کے دل نے کبھی یہ محسوس کیا تھا کہ وہ اب خدا سے برگشتہ اور خدا کا دشمن اور کفر اور انکار کی تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے؟ پھر اگر مسیح کے دل پر کبھی ایسی حالت نہیں آئی بلکہ وہ ہمیشہ محبت اور معرفت کے نور سے بھرا رہا تو اے دانشمندو! یہ سوچنے کا مقام ہے کہ کیونکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح کے دل پر نہ ایک لعنت بلکہ ہزاروں خدا کی لعنتیں اپنی کیفیت کیساتھ نازل ہوئی تھیں۔ معاذ اللہ ہرگز نہیں۔ تو پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ لعنتی ہوا؟ نہایت افسوس ہے کہ انسان جب ایک بات مونہہ سے نکال لیتا ہے یا ایک عقیدہ پر قائم ہو جاتا ہے تو پھر گو کیسی ہی خرابی اُس عقیدہ کی کھل جائے کسی طرح اُس کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ نجات حاصل کرنے کی تمنا اگر کسی حقیقت حقہ پر بنیاد رکھتی ہو تو قابل تعریف امر ہے۔ لیکن یہ کیسی نجات کی خواہش ہے جس سے ایک سچائی کا خون کیا جاتا اور

✣ - دیکھو کتب لغت لسان العرب - صحاح جوہری - قاموس - محیط - تاج العروس وغیرہ منہ

ایک پاک نبی اور کامل انسان کی نسبت یہہ اعتقاد کیا جاتا ہے کہ گویا اس پر یہ حالت بھی آئی تھی کہ اُس کا خدا یتعالےٰ سے رشتہ تعلق ٹوٹ گیا تھا۔ اور بجائے یک دلی اور یک جہتی کے مغائرت اور مبائنت اور عداوت اور بیزاری پیدا ہو گئی تھی اور بجائے نور کے دلپر تاریکی چھا گئی تھی۔

یہہ بھی یاد رہے کہ ایسا خیال صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی شان نبوت اور مرتبہ رسالت کے ہی مخالف نہیں بلکہ اُن کے اس دعوی کمال اور پاکیزگی اور محبت اور معرفت کے بھی مخالف ہی جو انھوں نے جابجا انجیل میں ظاہر کیا ہے۔ انجیل کو پڑھکر دیکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاف دعویٰ کرتے ہیں کہ میں جہان کا نور ہوں۔ میں ہادی ہوں اور میں خدا سے اعلیٰ درجہ کی محبت کا تعلق رکھتا ہوں۔ اور میں نے اُس سے پاک پیدایش پائی ہے اور میں خدا کا پیارا بیٹا ہوں۔ پھر باوجود ان غیر منفک اور پاک تعلقات کے لعنت کا ناپاک مفہوم کیونکر مسیح کے دلپر صادق آسکتا ہے ہرگز نہیں پس بلاشبہ یہ بات ثابت ہی کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا یعنے صلیب پر نہیں مرا کیونکہ اُسکی ذات صلیب کے نتیجہ سے پاک ہی۔ اور جبکہ مصلوب نہیں ہوا تو لعنت کے ناپاک کیفیت سے بیشک اس کے دل کو بچایا گیا۔ اور بلاشبہ اس سے یہ نتیجہ بھی نکلا کہ وہ آسمان پر ہرگز نہیں گیا کیونکہ آسمان پر جانا اس منصوبہ کی ایک جز تھی اور مصلوب ہونے کی ایک فرع تھی۔ پس جبکہ ثابت ہوا کہ وہ نہ لعنتی ہوا اور نہ تین دن کے لئے دوزخ میں گیا اور نہ مرا تو پھر یہ دوسری جز آسمان پر جانے کی بھی باطل ثابت ہوئی اور اس پر اور بھی دلائل ہیں جو انجیل سے پیدا ہوتے ہیں اور وہ ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔ چنانچہ منجملہ اُنکے ایک یہ قول ہے جو مسیح کے مونہہ سے نکلا "لیکن میں اپنے جی اٹھنے کے بعد تم سے آگے جلیل کو جاؤں گا"۔ دیکھو متی باب ۲۶ آیت ۳۲۔ اِس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح قبر سے نکلنے کے بعد جلیل کی طرف گیا تھا نہ آسمان کی طرف۔ اور مسیح کا یہ کلمہ کہ "اپنے جی اٹھنے کے بعد" اس سے مرنے کے

بعد جینا مراد نہیں ہو سکتا - بلکہ چونکہ یہودیوں اور عام لوگوں کی نظر میں وہ صلیب پر مر چکا تھا
اس لئے مسیح نے پہلے سے اُنکے آیندہ خیالات کیموافق یہہ کلمہ استعمال کیا - اور درحقیقت جس
شخص کو صلیب پر کھینچا گیا اور اُسکے پیروں اور ہاتھوں میں کیل ٹھوکے گئے یہانتک کہ وہ اُس
تکلیف سے غشی میں ہو کر مردہ کی سی حالت میں ہو گیا اگر وہ ایسے صدمہ سے نجات پا کر
پھر ہوش کیحالت میں آجائے تو اُس کا یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ میں پھر زندہ ہو گیا اور
بلاشبہ اس صدمہ عظیمہ کے بعد مسیح کا بچ جانا ایک معجزہ تھا معمولی بات نہیں تھی - لیکن یہ درست
نہیں ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ مسیح کی جان نکل گئی تھی - سچ ہے کہ انجیلوں میں ایسے لفظ
موجود ہیں لیکن یہ اُسی قسم کی انجیل نویسوں کی غلطی ہے جیساکہ اور بہت سے تاریخی واقعات کے
لکھنے میں انھوں نے غلطی کھائی ہے - انجیلوں کے محقق شارحوں نے اس بات کو مان
لیا ہے کہ انجیلوں میں دو حصے ہیں (۱) ایک دینی تعلیم ہے جو حواریوں کو حضرت مسیح علیہ السلام
سے ملی تھی جو اصل روح انجیل کا ہے (۲) اور دوسرے تاریخی واقعات ہیں جیسے حضرت عیسیٰ کا
شجرہ نسب اور اُن کا پکڑا جانا اور مارا جانا اور مسیح کے وقت میں ایک معجزہ نما تالاب کا ہونا
وغیرہ یہ وہ امور ہیں جو لکھنے والوں نے اپنی طرف سے لکھے تھے - سو یہ باتیں الہامی نہیں ہیں بلکہ لکھنے
والوں نے اپنے خیال کے موافق لکھے ہیں اور بعض جگہ مبالغہ بھی حد سے زیادہ کیا ہے
جیساکہ ایک جگہ لکھا ہے کہ جسقدر مسیح نے کام کئے یعنے معجزات دکھلائے اگر وہ
کتابوں میں لکھے جاتے تو وہ کتابیں دنیا میں سما نہ سکتیں - یہ کسقدر مبالغہ ہے -

ماسوا اس کے ایسے بڑے صدمہ کو جو مسیح پر وارد ہوا تھا موت کے ساتھ
تعبیر کرنا خلاف محاورہ نہیں ہے - ہر ایک قوم میں قریبا یہ محاورہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص
ایک مہلک صدمہ میں مبتلا ہو کر پھر آخر بچ جائے اسکو کہا جاتا ہے کہ نئے سرے زندہ
ہوا اور کسی قوم اور ملک کے محاورہ میں ایسی بول چال میں کچھ بھی تکلف نہیں -

ان سب امور کے بعد ایک اور بات ملحوظ رکھنے کے لایق ہے کہ برنباس کی انجیل

ہیں جو غالباً لندن کے کتب خانہ میں عبی ہوگی یہہ بھی لکھا ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا اور نہ صلیب پر جان دی - اب ہم اس جگہ یہہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ گو یہ کتاب انجیلوں میں داخل نہیں کیگئی اور بغیر کسی فیصلہ کے رد کردی گئی ہے مگر اس میں کیا شک ہی کہ یہ ایک پورانی کتاب ہی اور اُسی زمانہ کی ہے جبکہ دوسری انجیلیں لکھی گئیں - کیا ہمیں اختیار نہیں ہے کہ اس پورانی اور دیرینہ کتاب کو عہد قدیم کی ایک تاریخی کتاب سمجھ لیں اور تاریخی کتابوں کے مرتبہ پر رکھکر اس سے فائدہ اٹھاویں؟ اور کیا کم سے کم اس کتاب کے پڑھنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ مسیح علیہ السلام کے صلیب کے وقت تمام لوگ اس بات پر اتفاق نہیں رکھتے تھے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہو گئے - پھر ماسوا اس کے جبکہ خود ان چار انجیلوں میں ایسے استعارات موجود ہیں کہ ایک مردہ کو کہدیا ہے کہ یہہ سوتا ہے مرا نہیں تو اس حالت میں اگر غشی کیحالت میں مردہ کا لفظ بولا گیا تو کیا یہہ بعید ہے - ہم لکھہ چکے ہیں کہ نبی کے کلام میں جھوٹ جائز نہیں - مسیح نے اپنی قبر میں رہنے کے تین دن کو یونس کے تین دنوں سے مشابہت دی ہے - اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ یونس تین دن مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا ایسا ہی مسیح بھی تین دن قبر میں زندہ رہا اور یہودیوں میں اُس وقت کی قبریں اِس زمانہ کی قبروں کے مشابہ نہ تھیں بلکہ وہ ایک کوٹھے کی طرح اندر سے بہت فراخ ہوتی تھیں اور ایک طرف کھڑکی ہوتی تھی جسکو ایک بڑے پتھر سے ڈھانکا ہوا ہوتا تھا - اور عنقریب ہم اپنے موقعہ پر ثابت کریں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر جو حال میں سری نگر کشمیر میں ثابت ہوئی ہے وہ بعینہ اسی طرز کی قبر ہے جیسا کہ یہ قبر تھی جس میں حضرت مسیح غشی کی حالت میں رکھے گئے -

غرض یہ آیت جسکو ابھی ہم نے لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح قبر سے نکلکر گلیل کی طرف گیا - اور مرقس کی انجیل میں لکھا ہے کہ وہ قبر سے نکلکر جلیل کی سڑک پر جاتا ہوا دکھائی دیا اور آخر اُن گیارہ حواریوں کو ملا جبکہ وہ کھانا کھا رہے تھے اور اپنے ہاتھہ اور پانو

جو زخمی تھے دکھائے اور انھوں نے گمان کیا کہ شاید یہ روح ہے - تب اس نے کہا کہ مجھے چھوؤ اور دیکھو کیونکہ روح کو جسم اور ہڈی نہیں جیسا کہ مجھ میں دیکھتے ہو اور اُن سے ایک بھونی ہوئی مچھلی کا ٹکڑہ اور شہد کا ایک چھتا لیا اور اُن کے سامنے کھایا - دیکھو مرقس باب ۱۶ آیت ۱۴ - اور لوقا باب ۲۴ آیت ۳۹ - اور ۴۰ اور ۴۱ - اور ۴۲ - ان آیات سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ مسیح ہرگز آسمان پر نہیں گیا بلکہ قبر سے نکلکر جلیل کی طرف گیا اور معمولی جسم اور معمولی کپڑوں میں انسانوں کی طرح تھا اگر وہ مرکر زندہ ہوتا تو کیونکر ممکن تھا کہ جلالی جسم میں صلیب کے زخم باقی رہ جاتے اور اس کو روٹی کھانے کی کیا حاجت تھی اور اگر تھی تو پھر اب بھی روٹی کھانے کا محتاج ہوگا -

ناظرین کو اس دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے کہ یہودیوں کی صلیب اس زمانہ کی پھانسی کی طرح ہوگی جس سے نجات پانا قریباً محال ہے کیونکہ اُس زمانہ کی صلیب میں کوئی رسّا گلے میں نہیں ڈالا جاتا تھا اور نہ تختہ پر سے گرا کر لٹکایا جاتا تھا بلکہ صرف صلیب پر کھینچکر ہاتھوں اور پیروں میں کیل ٹھونکے جاتے تھے اور یہ بات ممکن ہوتی تھی کہ اگر صلیب پر کھینچنے اور کیل ٹھونکنے کے بعد ایک دو دن تک کسی کی جان بخشی کا ارادہ ہو تو اُسی قدر عذاب پر کفایت کرکے ہڈیاں توڑنے سے پہلے اُسکو زندہ اتار لیا جائے - اور اگر مارنا ہی منظور ہوتا تھا تو کم سے کم تین دن تک صلیب پر کھنچا ہوا رہنے دیتے تھے اور پانی اور روٹی نزدیک نہ آنے دیتے تھے اور اسی طرح دھوپ میں تین دن یا اس سے زیادہ چھوڑ دیتے تھے اور پھر اس کے بعد اس کی ہڈیاں توڑتے تھے اور پھر آخر ان تمام عذابوں کے بعد وہ مرجاتا تھا - لیکن خدا تعالےٰ کے فضل و کرم نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اس درجہ کے عذاب سے بچا لیا جس سے زندگی کا خاتمہ ہوجاتا - انجیلوں کو ذرہ غور کی نظر سے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہ تین دن تک صلیب پر رہے اور نہ تین دن کی بھوکھ اور پیاس اٹھائی اور نہ اُنکی ہڈیاں توڑی گئیں بلکہ قریباً دو گھنٹہ تک صلیب پر رہے اور خدا کے رحم اور فضل نے انکے لئے یہ تقریب قائم کردی کہ دن کے اخیر حصے میں صلیب دینے کی تجویز ہوئی اور وہ جمعہ

کا دن تھا اور صرف تھوڑا سا دن باقی تھا اور اگلے دن سبت اور یہودیوں کی عید فسح تھی اور یہودیوں کے لئے یہ حرام اور قابل سزا جرم تھا کہ کسی کو سبت یا سبت کی رات میں صلیب پر رہنے دیں اور مسلمانوں کی طرح یہودی بھی قمری حساب رکھتے تھے اور رات دن پر مقدم سمجھی جاتی تھی - پس ایک طرف تو یہ تقریب تھی کہ جو زمینی اسباب سے پیدا ہوئی - اور دوسری طرف آسمانی اسباب خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ پیدا ہوئے کہ جب چھٹا گھنٹہ ہوا تو ایک ایسی آندھی آئی کہ جس سے ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا اور وہ اندھیرا تین گھنٹے برابر رہا - دیکھو مرقس باب ۱۶ آیت ۳۳ - یہہ چھٹا گھنٹہ بارہ بجے کے بعد تھا - یعنے وہ وقت جو شام کے قریب ہوتا ہے - اب یہودیوں کو اس شدت اندھیرے میں یہ فکر پڑی کہ مبادا سبت کی رات آجائے اور وہ سبت کے مجرم ہو کر تاوان کے لائق ٹھہریں - اس لئے انھوں نے جلدی سے مسیح کو اور اُس کے ساتھ کے دو چوروں کو بھی صلیب پر سے اتار لیا - اور اس کے ساتھ ایک اور آسمانی سبب یہہ پیدا ہوا کہ جب پلاطوس کچہری کی مسند پر بیٹھا تھا اُس کی جورو نے اُسے کہلا بھیجا کہ تو اس راستباز سے کچھ کام نہ رکھ (یعنے اسکے قتل کرنے کے لئے سعی نکر) کیونکہ میں نے آج رات خواب میں اس کے سبب سے بہت تکلیف پائی دیکھو متی باب ۲۷ آیت ۱۹ - سو یہہ فرشتہ جو خواب میں پلاطس کی جورو کو دکھایا گیا - اس سے ہم اور ہر ایک منصف یقینی طور پر یہہ سمجھے گا کہ خدا کا ہرگز یہ منشاء نہ تھا کہ مسیح صلیب پر وفات پاوے - جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی آجتک یہہ کبھی نہوا کہ جس شخص کے بچانے کے لئے خدا تعالےٰ رویا میں کسی کو ترغیب دے کہ ایسا کرنا چاہیے تو وہ بات خطا جائے - مثلاً انجیل متی میں لکھا ہے کہ خداوند کے ایک فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکھائی دیکے کہا "اٹھ اس لڑکے اور اس کی ماں کو ساتھ لیکر مصر کو بھاگ جا اور وہاں جب تک میں تجھے خبر نہ دوں ٹھہرا رہ کیونکہ ہیرودوس اس لڑکے کو ڈھونڈے گا کہ مار ڈالے" - دیکھو انجیل متی باب ۲ آیت ۱۳ - اب کیا یہہ کہہ سکتے ہیں کہ یسوع کا مصر میں پہونچکر مارا جانا ممکن تھا

اسی طرح خدا یتعالےٰ کی طرف سے یہہ ایک تدبیر تھی کہ پلاطوس کی جورو کو مسیح کے لئے خواب آئی - اور ممکن نہ تھا کہ یہ تدبیر خطا جاتی اور جس طرح مصر کے قصہ میں مسیح کے مارے جانے کا اندیشہ ایک ایسا خیال ہے جو خدا یتعالےٰ کے ایک مقرر شدہ وعدہ کے برخلاف ہے اسی طرح اس جگہ بھی یہہ خلاف قیاس بات ہے کہ خدا یتعالےٰ کا فرشتہ پلاطوس کی جورو کو نظر آوے اور وہ اس ہدایت کی طرف اشارہ کرے کہ اگر مسیح صلیب پر فوت ہوگیا تو یہہ تمھارے لئے اچھا نہ ہوگا تو پھر اس غرض سے فرشتہ کا ظاہر ہونا بے سود جاوے اور مسیح صلیب پر مارا جائے کیا اسکی دنیا میں کوئی نظیر ہے ؟ ہرگز نہیں - ہر ایک نیکدل انسان کا پاک کانشنس جب پلاطوس کی بیوی کے خواب پر اطلاع پائے گا تو بیشک وہ اپنے اندر اس شہادت کو محسوس کرے گا کہ درحقیقت اس خواب کا منشاء یہی تھا کہ مسیح کے چھوڑانے کی ایک بنیاد ڈالی جائے - یوں تو دنیا میں ہر ایک کو اختیار ہے کہ اپنے عقیدہ کے تعصب سے ایک کھلی کھلی سچائی کو رد کردے اور قبول نکرے - لیکن انصاف کے رو سے ماننا پڑتا ہے کہ پلاطوس کی بیوی کی خواب مسیح کے صلیب سے بچنے پر ایک بڑے وزن کی شہادت ہے - اور سب سے اول درجہ کی انجیل یعنے متی نے اس شہادت کو قلمبند کیا ہے - اگرچہ ایسی شہادتوں سے جو میں بڑے زور سے اس کتاب میں لکھوں گا مسیح کی خدائی اور مسئلہ کفارہ یکلخت باطل ہوتا ہے لیکن ایمانداری اور حق پسندی کا ہمیشہ یہہ تقاضا ہونا چاہیے کہ ہم سچائی کے قبول کرنے میں قوم اور برادری اور عقائد رسمیہ کی کچھہ پرواہ نکریں - جب سے انسان پیدا ہوا ہے آجتک اُسکی کوتہ اندیشیوں نے ہزاروں چیزوں کو خدا بنا ڈالا ہے یہانتک کہ بلیوں اور سانپوں کو بھی پوجا گیا ہے - لیکن پھر بھی عقلمند لوگ خداداد توفیق سے اس قسم کے مشرکانہ عقیدوں سے نجات پاتے آئے ہیں -

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو انجیل سے ہمیں مسیح ابن مریم کی صلیبی موت سے محفوظ رہنے پر ملتی ہیں اس کا وہ سفر دور دراز ہے جو قبر سے نکلکر جلیل کی طرف اُس نے

کیا۔ چنانچہ اتوار کی صبح کو پہلے وہ مریم مگدلینی کو ملا۔ مریم نے فی الفور حواریوں کو خبر کی کہ مسیح
تو جیتا ہے لیکن وہ یقین نہ لائے پھر وہ حواریوں میں سے دو کو جبکہ وہ دیہات کی طرف
جاتے تھے دکھائی دیا آخر وہ گیارھوں کو جبکہ وہ کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا اور اُنکی بے ایمانی
اور سخت دلی پر ملامت کی۔ دیکھو انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۹ سے آیت ۱۴ تک۔ اور جب مسیح
کے حواری سفر کرتے ہوئے اُس بستی کی طرف جا رہے تھے جس کا نام املوس ہے جو یروشلم
سے پونے چار کوس کے فاصلے پر ہے تب مسیح اُنکو ملا۔ اور جب وہ اس بستی کے نزدیک پہونچے
تو مسیح نے آگے بڑھکر چاہا کہ اُن سے الگ ہو جائے۔ تب انھوں نے اُسکو جانے سے روک
لیا کہ آج رات ہم اکٹھے رہیں گے اور اس نے اُن کے ساتھ بیٹھکر روٹی کھائی اور وہ سب
مع مسیح کے املوس نام ایک گاؤں میں رات رہے۔ دیکھو لوقا باب ۲۴ آیت ۱۳ سے ۳۱ تک
اب ظاہر ہے کہ ایک جلالی جسم کے ساتھ جو موت کے بعد خیال کیا گیا ہے مسیح سے فانی
جسم کے عادات صادر ہونا اور کھانا اور پینا اور سونا اور جلیل کی طرف ایک لمبا سفر کرنا جو
یروشلم سے قریبا ستر کوس کے فاصلے پر تھا بالکل غیر ممکن اور نامعقول بات ہے۔ اور باوجود اسکے
کہ خیالات کے میلان کی وجہ سے انجیلوں کے ان قصوں میں بہت کچھ تغیر ہو گیا ہے تاہم
جس قدر الفاظ پائے جاتے ہیں اُن سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مسیح اُسی فانی اور معمولی
جسم سے اپنے حواریوں کو ملا اور پیادہ پا جلیل کیطرف ایک لمبا سفر کیا اور حواریوں کو اپنے
زخم دکھلائے اور رات اُنکے پاس روٹی کھائی اور سویا۔ اور آگے چلکر ہم ثابت کریں گے
کہ اُس نے اپنے زخموں کا ایک مرہم کے استعمال سے علاج کیا۔

اب یہہ مقام ایک سوچنے کا مقام ہے کہ کیا ایک جلالی اور ابدی جسم پانے کے بعد
یسوع اُس غیر فانی جسم کے بعد جو اس لائق تھا کہ کھانے پینے سے پاک ہو کر ہمیشہ خدا تعالےٰ
کے دائیں ہاتھ بیٹھے اور ہر ایک داغ اور درد اور نقصان سے منزہ ہو اور ازلی ابدی خدا کے
جلال کا اپنے اندر رنگ رکھتا ہو ابھی ایسمیں یہ نقص باقی رہ گیا کہ اُسپر صلیب اور کیلوں کے تازہ زخم موجود تھے

جن سے خون بہتا تھا اور درد اور تکلیف اُنکے ساتھ تھی جنکے واسطے ایک مرہم بھی طیار کیگئی تھی۔ اور جلالی اور غیر فانی جسم کے بعد بھی جو ابد تک سلامت اور بے عیب اور کامل اور غیر متغیر چاہیے تھا کئی قسم کے نقصانوں سے بھرا رہا اور خود مسیح نے حواریوں کو اپنا گوشت اور ہڈیاں دکھلائیں اور پھر اسی پر کفایت نہیں بلکہ اس فانی جسم کے لوازم میں سے بھوکھ اور پیاس کی درد بھی موجود تھی ورنہ اس لغو حرکت کی کیا ضرورت تھی کہ مسیح جلیل کے سفر میں کھانا کھاتا اور پانی پیتا اور آرام کرتا اور سوتا۔ اس میں کیا شک ہے کہ اس عالم میں جسم فانی کے لئے بھوکھ اور پیاس بھی ایک درد ہے جس کے حد سے زیادہ ہونے سے انسان مر سکتا ہے پس بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور نہ کوئی نیا جلالی جسم پایا بلکہ ایک غشی کیحالت ہوگئی تھی جو مرنے سے مشابہ تھی۔ اور خدا یتعالےٰ کے فضل سے یہہ اتفاق ہوا کہ جس قبر میں وہ رکھا گیا وہ اس ملک کی قبروں کی طرح نہ تھی بلکہ ایک ہوادار کوٹھہ تھا جس میں ایک کھڑکی تھی اور اس زمانہ میں یہودیوں میں یہ رسم تھی کہ قبر کو ایک ہوادار اور کشادہ کوٹھہ کیطرح بناتے تھے اور اس میں ایک کھڑکی رکھتے تھے اور ایسی قبریں پہلے سے موجود رہتی تھیں اور پھر وقت پر میّت اس میں رکھی جاتی تھی۔ چنانچہ یہ گواہی انجیلوں سے صاف طور پر ملتی ہے۔ انجیل لوقا میں یہ عبارت ہے "اور وے یعنے عورتیں اتوار کے دن بڑے تڑکے یعنے کچھ اندھیرے سے ہی اُن خوشبوؤں کو جو طیار کی تھیں لیکر قبر پر آئیں اور اُنکے ساتھ کئی اور بھی عورتیں تھیں۔ اور انھوں نے پتھر کو قبر پر سے ڈھلکا ہوا پایا (اس مقام میں ذرہ غور کرو) اور اندر جاکے خداوند یسوع کی لاش نہ پائی"۔ دیکھو لوقا باب ۲۴ آیت ۲ و ۳۔ اب اندر جانے کے لفظ کو ذرہ سوچو۔ ظاہر ہے کہ اُسی قبر کے اندر انسان جاسکتا ہے کہ جو ایک کوٹھے کی طرح ہو اور اس میں کھڑکی ہو۔ اور ہم اپنے محل پر اسی کتاب میں بیان کریں گے کہ حال میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سری نگر کشمیر میں پائی گئی ہے وہ بھی اس قبر کی طرح کھڑکی دار ہے۔ اور یہہ ایک بڑے راز کی بات ہے جس پر توجہ کرنے

سے محققین کے دل ایک عظیم الشان نتیجہ تک پہونچ سکتے ہیں۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو انجیل سے ہمکو ملی ہیں پلاطس کا وہ قول ہے جو انجیل مرقس میں لکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے "اور جبکہ شام ہوئی اس لئے کہ تیاری کا دن تھا جو سبت سے پہلے ہوتا۔ یوسف ارمتیا جو نامور مشیر اور وہ خود خدا کی بادشاہت کا منتظر تھا آیا اور دلیری سے پلاطس پاس جاکے یسوع کی لاش مانگی اور پلاطس نے متعجب ہوکر شبہ کیا کہ وہ یعنے مسیح ایسا جلد مرگیا"۔ دیکھو مرقس باب ۱۶ آیت ۴۲ سے ۴۴ تک۔ اس سے ہم یہہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عین صلیب کی گھڑی میں ہی یسوع کے مرنے پر شبہ ہوا۔ اور شبہ بھی ایسے شخص نے کیا جسکو اس بات کا تجربہ تھا کہ اس قدر مدت میں صلیب پر جان نکلتی ہے۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں انجیل کی وہ عبارت ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں "پھر یہودیوں نے اُس لحاظ سے کہ لاشیں سبت کے دن صلیب پر نہ رہجائیں۔ کیونکہ وہ دن طیاری کا تھا۔ بلکہ بڑا ہی سبت تھا پلاطوس سے عرض کی کہ اُنکی ٹانگیں توڑی اور لاشیں اتاری جائیں۔ تب سپاہیوں نے آکر پہلے اور دوسرے کی ٹانگیں جو اسکے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے توڑیں۔ لیکن جب انھوں نے یسوع کی طرف آکے دیکھا کہ وہ مرچکا ہے تو اسکی ٹانگیں نہ توڑیں۔ پر سپاہیوں میں سے ایک نے بھالے سے اسکی پسلی چھیدی اور فی الفور اس سے لہو اور پانی نکلا"۔ دیکھو یوحنا باب ۱۹ آیت ۳۱ سے آیت ۳۴ تک۔ ان آیات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت کسی مصلوب کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لئے یہ دستور تھا کہ جو صلیب پر کھینچا گیا ہو اُسکو کئی دن صلیب پر رکھتے تھے اور پھر اُسکی ہڈیاں توڑتے تھے لیکن مسیح کی ہڈیاں دانستہ نہیں توڑی گئیں اور وہ ضرور صلیب پر سے ان دو چوروں کی طرح زندہ اتارا گیا۔ اسی وجہ سے پسلی چھیدنے سے خون بھی نکلا۔ مردہ کا خون جم جاتا ہے۔ اور اس جگہ یہہ بھی صریح معلوم ہوتا ہے کہ اندرونی طور پر یہہ کچھ سازش کی بات تھی۔ پلاطوس ایک خداترس اور نیکدل آدمی تھا۔ کھلی کھلی رعایت سے قیصر سے ڈرتا تھا

کیونکہ یہودی مسیح کو باغی ٹھہراتے تھے مگر وہ خوش قسمت تھا کہ اُس نے مسیح کو دیکھا۔ لیکن قیصر نے اس نعمت کو نہ پایا۔ اُس نے نہ صرف دیکھا بلکہ بہت رعایت کی اور اُس کا ہرگز منشا نتھا کہ مسیح صلیب پاوے۔ چنانچہ انجیلوں کے دیکھنے سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ پلاطوس نے کئی دفعہ ارادہ کیا کہ مسیح کو چھوڑ دے۔ لیکن یہودیوں نے کہا کہ اگر تو اس مرد کو چھوڑ دیتا ہے تو تو قیصر کا خیر خواہ نہیں اور یہہ کہا کہ یہ باغی ہے اور خود بادشاہ بننا چاہتا ہی دیکھو یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۲۔ اور پلاطوس کی بیوی کی خواب اور بھی اس بات کی محرک ہوئی تھی کہ کسی طرح مسیح کو مصلوب ہونے سے بچایا جائے ورنہ اُنکی اپنی تباہی ہے۔ مگر چونکہ یہودی ایک شریر قوم تھی اور پلاطوس پر قیصر کے حضور میں مخبری کرنے کو بھی طیار تھے اس لئے پلاطوس نے مسیح کے چھوڑانے میں حکمت عملی سے کام لیا۔ اول تو مسیح کا مصلوب ہونا ایسے دن پر ڈالدیا کہ وہ جمعہ کا دن تھا اور صرف چند گھنٹے دن سے باقی تھے۔ اور بڑے سبت کی رات قریب تھی اور پلاطوس خوب جانتا تھا کہ یہودی اپنی شریعت کے حکموں کیموافق صرف شام کے وقت تک ہی مسیح کو صلیب پر رکھ سکتے ہیں۔ اور پھر شام ہوتے ہی اُن کا سبت ہے جس میں صلیب پر رکھنا روا نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور مسیح شام سے پہلے صلیب پر سے اتارا گیا۔ اور یہہ قریب قیاس نہیں کہ دونوں چور جو مسیح کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے وہ زندہ رہے۔ مگر مسیح صرف دو گھنٹہ تک مرگیا بلکہ یہ صرف ایک بہانہ تھا جو مسیح کو ہڈیاں توڑنے سے بچانے کے لئے بنایا گیا تھا۔ سمجھہ دار آدمی کے لئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ دونوں چور صلیب پر سے زندہ اتارے گئے اور ہمیشہ معمول تھا کہ صلیب پر سے لوگ زندہ اتارے جاتے تھے اور صرف اس حالت میں مرتے تھے کہ ہڈیاں توڑی جائیں اور یا بھوک اور پیاس کیحالت میں چند روز صلیب پر رہ کر جان نکلتی تھی۔ مگر ان باتوں میں سے کوئی بات بھی مسیح کو پیش نہ آئی نہ وہ کئی دن صلیب پر بھوکا پیاسا رکھا گیا اور نہ اس کی ہڈیاں توڑی گئیں اور یہہ کہکر کہ مسیح مرچکا ہے یہودیوں کو اسکی طرف سے

غافل کر دیا گیا۔ مگر چوروں کی ہڈیاں توڑ کر اسی وقت اُنکی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ بات تو تب تھی کہ اُن دونوں چوروں میں سے بھی کسی کی نسبت کہا جاتا کہ یہہ مر چکا ہے اس کی ہڈیاں توڑنے کی ضرورت نہیں۔ اور یوسف نام پلاطوس کا ایک معزز دوست تھا جو اُس نواح کا رئیس تھا اور مسیح کے پوشیدہ شاگردوں میں داخل تھا وہ عین وقت پر پہونچ گیا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی پلاطوس کے اشارہ سے بلایا گیا تھا مسیح کو ایک لاش قرار دیکر اسکے سپرد کر دیا گیا کیونکہ وہ ایک بڑا آدمی تھا اور یہودی اس کے ساتھہ کچھہ پرخاش نہیں کر سکتے تھے۔ جب وہ پہونچا تو مسیح کو جو غشی میں تھا ایک لاش قرار دیکر اس نے لیا اور اُسی جگہ ایک وسیع مکان تھا جو اُس زمانہ کی رسم پر قبر کے طور پر بنایا گیا تھا اور اس میں ایک کھڑکی بھی تھی اور ایسے موقع پر تھا جو یہودیوں کے تعلق سے الگ تھا اسی جگہ پلاطوس کے اشارہ سے مسیح کو رکھا گیا یہہ واقعہ اسوقت پیش آیا جب کہ حضرت موسی کی وفات پر چودھویں صدی گذر رہی تھی اور اسرائیلی شریعت کے زندہ کرنے کے لئے مسیح چودھویں صدی کا مجدد تھا۔ اور اگرچہ یہودیوں کو اس چودھویں صدی میں مسیح موعود کا انتظار بھی تھا اور گذشتہ نبیوں کی پیشگوئیاں بھی اسوقت پر گواہی دیتی تھیں۔ لیکن افسوس کہ یہودیوں کے نالائق مولویوں نے اُس وقت اور موسم کو شناخت نکیا اور مسیح موعود کو جھوٹا قرار دیدیا۔ نہ صرف یہی بلکہ اس کو کافر قرار دیا اس کا نام ملحد رکھا اور آخر اس کے قتل پر فتویٰ لکھا اور اسکو عدالت میں کھینچا۔ اس سے یہہ سمجھہ آتا ہے کہ خدا نے چودھویں صدی میں کچھہ تاثیر ہی ایسی رکھی ہے جسمیں قوم کے دل سخت اور مولوی دنیا پرست اور اندھے اور حق کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اس جگہ اگر موسی کی چودھویں صدی اور موسیٰ کے مثیل کی چودھویں صدی کا جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں باہم مقابلہ کیا جائے تو اوّل یہہ نظر آئے گا کہ ان دونوں چودھویں صدیوں میں دو ایسے شخص ہیں جنھوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور وہ دعویٰ سچا تھا اور خدا کی طرف سے تھا۔ پھر اسکے ساتھہ یہ بھی معلوم ہوگا کہ قوم کے علماء

نے اُن دونوں کو کافر قرار دیا اور ان دونوں کا نام ملحد اور دجال رکھا اور ان دونوں کی نسبت قتل کے فتوے لکھے گئے اور دونوں کو عدالتوں کی طرف کھینچا گیا جنمیں سے ایک رومی عدالت تھی اور دوسری انگریزی۔ آخر دونوں بچائے گئے اور دونوں قسم کے مولوی یہودی اور مسلمان ناکام رہے۔ اور خدا نے ارادہ کیا کہ دونوں مسیحوں کو ایک بڑی جماعت بناوے اور دونوں قسم کے دشمنوں کو نامراد رکھے۔ غرض موسیٰ کی چودھویں صدی اور ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چودھویں صدی اپنے اپنے مسیحوں کے لئے سخت بھی ہیں اور انجام کار مبارک بھی۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے محفوظ رہنے کے بارے میں ہمیں انجیل سے ملتی ہیں وہ شہادت ہے جو انجیل متی باب ۲۶ میں یعنے آیت ۳۶ سے آیت ۴۶ تک مرقوم ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام گرفتار کئے جانے کا الہام پاکر تمام رات جناب الٰہی میں رو رو کر اور سجدے کرتے ہوئے دعا کرتے رہے۔ اور ضرور تھا کہ ایسی تضرع کی دعا جس کے لئے مسیح کو بہت لمبا وقت دیا گیا تھا قبول کیجاتی کیونکہ مقبول کا سوال جو بے قراری کے وقت کا سوال ہو ہرگز ردّ نہیں ہوتا۔ پھر کیوں مسیح کی ساری رات کی دعا اور دردمند دل کی دعا اور مظلومانہ حالت کی دعا رد ہوگئی۔ حالانکہ مسیح دعوی کرتا ہے کہ باپ جو آسمان پر ہے میری سنتا ہے۔ پس کیونکر باور کیا جائے کہ خدا اُسکی سنتا تھا جبکہ ایسی بے قراری کی دعا سنی نگئی۔ اور انجیل سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دلی یقین تھا کہ اسکی وہ دعا ضرور قبول ہوگئی اور اس دعا پر اسکو بہت بھروسہ تھا۔ اسی وجہ سے جب وہ پکڑا گیا اور صلیب پر کھینچا گیا اور ظاہری علامات کو اُس نے اپنی امید کیموافق نہ پایا تو بے اختیار اس کے مونہہ سے نکلا کہ "ایلی ایلی لما سبقتانی" اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا۔ یعنے مجھے یہہ امید ہرگز نہیں تھی کہ میرا انجام یہہ ہوگا اور میں صلیب پر مروں گا۔ اور میں یقین رکھتا تھا کہ تو میری دعا سنے گا۔ پس

ان دونوں مقامات انجیل سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کو خود دلی یقین تھا کہ میری دعا ضرور قبول ہوگی اور میرا تمام رات کا رو رو کر دعا کرنا ضایع نہیں جائے گا۔ اور خود اُس نے خدا تعالےٰ کی طرف سے اپنے شاگردوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ اگر دعا کروگے تو قبول کیجائیگی بلکہ ایک مثال کے طور پر ایک قاضی کی کہانی بھی بیان کی تھی کہ جو نہ خلقت سے اور نہ خدا سے ڈرتا تھا۔ اور اِس کہانی سے بھی مدعا یہ تھا کہ تا حواریوں کو یقین آجائے کہ بیشک خدا یتعالےٰ دعا سنتا ہے۔ اور اگرچہ مسیح کو اپنے پر ایک بڑی مصیبت کے آنے کا خدا یتعالیٰ کی طرف سے علم تھا۔ مگر مسیح نے عارفوں کی طرح اس بنا پر دعا کی کہ خدا یتعالےٰ کے آگے کوئی بات ان ہونی نہیں اور ہر ایک محو و اثبات اسکے اختیار میں ہے۔ لہذا یہ واقعہ کہ نعوذ باللہ مسیح کی خود دعا قبول نہ ہوئی یہ ایک ایسا امر ہے جو شاگردوں پر نہایت بد اثر پیدا کرنے والا تھا۔ سو کیونکر ممکن تھا کہ ایسا نمونہ جو ایمان کو ضایع کرنیوالا تھا حواریوں کو دیا جاتا جبکہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ مسیح جیسے بزرگ نبی کی تمام رات کی پرسوز دعا قبول نہ ہوسکی تو اس بد نمونہ سے ان کا ایمان ایک سخت امتحان میں پڑتا تھا۔ لہذا خدا یتعالےٰ کی رحمت کا تقاضا یہی تھا کہ اس دعا کو قبول کرتا یقیناً سمجھو کہ وہ دعا جو گتسیمنی نام مقام میں کیگئی تھی ضرور قبول ہوگئی تھی۔

ایک اور بات اسجگہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جیسا کہ مسیح کے قتل کے لئے مشورہ ہوا تھا اور اس غرض کے لئے قوم کے بزرگ اور معزز مولوی قیافا نامی سردار کاہن کے گھر میں اکٹھے ہوئے تھے کہ کسی طرح مسیح کو قتل کردیں یہی مشورہ حضرت موسیٰ کے قتل کرنے کے لئے ہوا تھا۔ اور یہی مشورہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے لئے مکہ میں دار الندوہ کے مقام میں ہوا تھا۔ مگر قادر خدا نے ان دونوں بزرگ نبیوں کو اس مشورہ کے بد اثر سے بچالیا۔ اور مسیح کے لئے جو مشورہ ہوا اُن دونوں مشوروں کے درمیان میں ہے۔ پھر کیا وجہ کہ وہ بچایا نگیا حالانکہ اس نے ان دونوں بزرگ نبیوں سے بہت زیادہ

دعا کی۔ اور پھر جبکہ خدا اپنے پیارے بندوں کی ضرور سنتا ہے اور شریروں کے مشورہ کو باطل کر کے دکھاتا ہے تو پھر کیا وجہ کہ مسیح کی دعا نہیں سنی گئی۔ ہر ایک صادق کا تجربہ ہی کہ بیقراری اور مظلومانہ حالت کی دعا قبول ہوتی ہے۔ بلکہ صادق کے لئے مصیبت کا وقت نشان ظاہر کرنے کا وقت ہوتا ہے چنانچہ میں خود اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ دو برس کا عرصہ ہوا ہے کہ مجھپر ایک جھوٹا مقدمہ اقدام قتل کا ایک صاحب ڈاکٹر مارٹن کلارک عیسائی مقیم امرتسر پنجاب نے عدالت ضلع گورداسپورہ میں دائر کیا اور یہ استغاثہ پیش کیا کہ گویا میں نے ایک شخص عبدالحمید نامی کو بھیجکر ڈاکٹر مذکور کو قتل کرنا چاہا تھا اور ایسا اتفاق ہوا کہ اس مقدمہ میں تینوں قوم کے چند منصوبہ باز آدمی یعنے عیسائی اور ہندو اور مسلمان میرے مخالف متفق ہو گئے اور جہانتک ان سے ہو سکتا تھا یہ کوشش کی کہ مجھپر اقدام قتل کا الزام ثابت ہو جائے۔ عیسائی پادری مجھ سے اسوجہ سے ناراض تھے کہ میں اس کوشش میں تھا اور اب بھی ہوں کہ مسیح کی نسبت جو اُن کا غلط خیال ہے اس سے خدا کے بندوں کو نجات دوں اور یہ اول نمونہ تھا جو میں نے ان لوگوں کا دیکھا۔ اور ہندو مجھ سے اس وجہ سے ناراض تھے کہ میں نے لیکھرام نامی اُنکے ایک پنڈت کی نسبت اسکی رضامندی سے اسکے مرنیکی نسبت خدا کا الہام پاکر پیشگوئی کی تھی اور وہ پیشگوئی اپنی میعاد میں اپنے وقت پر پوری ہو گئی اور وہ خدا کا ایک ہیبت ناک نشان تھا اور ایسا ہی مسلمان مولوی بھی ناراض تھے کیونکہ میں اُنکے خونی مہدی اور خونی مسیح کے آنے سے اور نیز اُنکے جہاد کے مسئلہ کا مخالف تھا۔ لہذا ان تین قوموں کے بعض سربرآوردہ لوگوں نے یہہ مشورہ کیا کہ کسی طرح قتل کا جرم میرے پر لگ جائے اور میں مارا جاؤں یا قید کیا جاؤں۔ اور ان خیالات میں وہ خدا تعالےٰ کی نظر میں ظالم تھے۔ اور خدا نے مجھے اُس گھڑی سے پہلے کہ ایسے منصوبے مخفی طور پر کئے جائیں اطلاع دیدی۔ اور پھر انجام کار بری کرنے کی مجھے خوشخبری سنائی۔ اور یہ خدا کے پاک الہام صدہا لوگوں میں قبل از وقت مشہور کئے گئے اور جبکہ

میں نے الہام کی خبر پاکر دعا کی کہ اے میرے مولیٰ اس بلا کو مجھہ سے رد کر۔ تب مجھے الہام ہوا کہ میں رد کروں گا اور تجھے اس مقدمہ سے بری کردوں گا اور وہ الہام بہتوں کو سنایا گیا جو تین سو سے بھی زیادہ تھے جو ابتک زندہ موجود ہیں۔ اور ایسا ہوا کہ میرے دشمنوں نے جھوٹے گواہ بناکر اور عدالت میں گذرانکر اس مقدمہ کو ثبوت تک پہونچا دیا اور تین قوموں کے لوگوں نے جنکا ذکر ہو چکا ہے میرے مخالف گواہی دی۔ تب ایسا ہوا کہ جس حاکم کے پاس وہ مقدمہ تھا جس کا نام کپتان ڈبلیو ڈگلس تھا جو ضلع گورداسپورہ کا ڈپٹی کمشنر تھا خدا نے طرح طرح کے اسباب سے تمام حقیقت اس مقدمہ کی اُسپر کھولدی۔ اور اسپر کھل گیا کہ وہ مقدمہ جھوٹا ہے۔ تب اسکی انصاف پسندی اور عدل پروری نے یہ تقاضا کیا کہ اُس ڈاکٹر کا جو پادری کا بھی کام کرتا تھا کچھہ بھی لحاظ نکرکے اس مقدمہ کو خارج کیا۔ اور جیسا کہ مینے خدا یتعالےٰ سے الہام پاکر موجود خوفناک صورتوں کے برخلاف عام جلسوں میں اور صدہا لوگوں میں اپنا انجام بری ہونا بتلایا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا اور بہت سے لوگوں کی قوت ایمان کا باعث ہوا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ اور بھی اس قسم کی کئی تہمتیں اور مجرمانہ صورت کے الزام میرے پر مذکورہ بالا وجوہات کی وجہ سے لگائے گئے اور عدالت تک مقدمے پُہنچائے گئے۔ مگر خدا نے مجھے قبل اسکے جو میں عدالت میں بلایا جاتا اپنے الہام سے اول و آخر کی خبر دیدی۔ اور ہر ایک خوفناک مقدمہ میں مجھے بری ہونے کی بشارت دی۔

اس تقریر سے مدعا یہ ہے کہ بلاشبہ خدا یتعالےٰ دعاؤں کو سنتا ہے بالخصوص جبکہ اُسپر بھروسہ کرنے والے مظلوم ہونے کی حالت میں اسکے آستانہ پر گرتے ہیں تو وہ اُنکی فریاد کو پہونچتا ہے اور ایک عجیب طور پر اُنکی مدد کرتا ہے اور ہم اس بات کے گواہ ہیں تو پھر کیا باعث اور کیا سبب کہ مسیح کی ایسی بے قراری کی دعا منظور نہ ہوئی؟ نہیں بلکہ منظور ہوئی اور خدا نے اسکو بچالیا۔ خدا نے اسکے بچانے کے لئے زمین سے بھی اسباب پیدا کئے اور آسمان سے بھی۔ یوحنا یعنے یحییٰ نبی کو خدا نے دعا کرنے کیلئے

مہلت ندی کیونکہ اُس کا وقت آچکا تھا۔ مگر مسیح کو دعا کرنے کے لئے تمام رات مہلت دیگئی اور وہ ساری رات سجدہ میں اور قیام میں خدا کے آگے کھڑا رہا۔ کیونکہ خدا نے چاہا کہ وہ بیقراری ظاہر کرے۔ اور اُس خدا سے جسکے آگے کوئی بات ان ہونی نہیں اپنی مخلصی چاہے سو خدا نے اپنی قدیم سنت کیموافق اسکی دعا کو سُنا۔ یہودی اس بات میں جھوٹے تھے جنھوں نے صلیب دیکر یہ طعنہ مارا کہ اس نے خدا پر توکل کیا تھا کیوں خدا نے اُسکو نہ چھوڑایا کیونکہ خدا نے یہودیوں کے تمام منصوبے باطل کئے اور اپنے پیارے مسیح کو صلیب اور اسکی لعنت سے بچا لیا اور یہودی نامراد رہے۔

اور منجملہ انجیلی شہادتوں کے جو ہمکو ملی ہیں انجیل متی کی وہ آیت ہی جو ذیل میں لکھتا ہوں۔ "ہابل راستباز کے خون سے برخیاہ کے بیٹے ذکریا کے خون تک جسے تم نے ہیکل اور قربان گاہ کے درمیان قتل کیا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس زمانہ کے لوگوں پر آوے گا۔" دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۳۵ و ۳۶۔ اب ان آیات پر اگر نظر غور کرو تو واضح ہوگا کہ ان میں حضرت مسیح علیہ السلام نے صاف طور پر کہدیا ہے کہ یہودیوں نے جس قدر نبیوں کے خون کئے اُن کا سلسلہ ذکریا نبی تک ختم ہوگیا۔ اور بعد اس کے یہودی لوگ کسی نبی کے قتل کرنے کے لئے قدرت نہیں پائیں گے۔ یہہ ایک بڑی پیشگوئی ہے اور اس سے نہایت صفائی کے ساتھ یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے ذریعہ سے قتل نہیں ہوئے بلکہ صلیب سے بچکر نکل گئے اور آخر طبعی موت سے فوت ہوئے۔ کیونکہ اگر یہ بات صحیح ہوتی کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی ذکریا کی طرح یہودیوں کے ہاتھ سے قتل ہونے والے تھے تو ان آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام ضرور اپنے قتل کئے جانے کی طرف بھی اشارہ کرتے۔ اور اگر یہہ کہو کہ گو حضرت مسیح علیہ السلام بھی یہودیوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ لیکن اُن کا مارا جانا یہودیوں کے لئے کوئی گناہ کی بات نہیں تھی کیونکہ وہ بطور کفارہ کے

مارے گئے تو یہہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۱ میں مسیح نے صاف طور پر کہدیا ہے کہ یہودی مسیح کے قتل کرنے کے ارادہ سے سخت گنہ گار ہیں۔ اور ایسا ہی اور کئی مقامات میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ اور صاف لکھا ہے کہ اس جرم کی عوض میں جو مسیح کی نسبت اُن سے ظہور میں آیا خدا تعالےٰ کے نزدیک قابل سزا ٹھہر گئے تھے۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۶ آیت ۲۴۔

اور منجملہ اُن انجیلی شہادتوں کے جو ہمکو ملی ہیں انجیل متی کی وہ عبارت ہی جو ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اُن میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعضے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتے دیکھ نہ لیں موت کا مزہ نہ چکھیں گے"۔ دیکھو انجیل متی باب ۱۶ آیت ۲۸۔ ایسا ہی انجیل یوحنا کی یہ عبارت ہی۔ یسوع نے اسے کہا کہ اگر میں چاہوں کہ جب تک میں آؤں (یعنے یوحنا حواری) یہیں ٹھہرے یعنے یروشلم میں۔ دیکھو یوحنا باب ۲۱ آیت ۲۲۔ یعنے اگر میں چاہوں تو یوحنا نہ مرے جب تک میں دوبارہ آؤں۔ ان آیات سے بکمال صفائی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے وعدہ کیا تھا کہ بعض لوگ اُسوقت تک زندہ رہیں گے جبتک کہ وہ پھر واپس ہو اور اُن زندہ رہنے والوں میں سے یوحنا کو بھی قرار دیا تھا۔ سو ضرور تھا کہ یہہ وعدہ پورا ہوتا۔ چنانچہ عیسائیوں نے بھی اس بات کو مان لیا ہے کہ یسوع کا اُس زمانہ میں جبکہ بعض اہل زمانہ زندہ ہوں پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے آنا نہایت ضروری تھا تا وعدہ کے موافق پیشگوئی ظہور میں آوے۔ اسی بنا پر پادری صاحبوں کو اس بات کا اقرار ہے کہ یسوع اپنے وعدہ کیموافق یروشلم کی بربادی کے وقت آیا تھا اور یوحنا نے اسکو دیکھا کیونکہ وہ اسوقت تک زندہ تھا مگر یاد رہے کہ عیسائی اس بات کو نہیں مانتے کہ مسیح اُسوقت حقیقی طور پر اپنے قرار دادہ نشانوں کے موافق آسمان سے نازل ہوا تھا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ایک کشفی رنگ میں یوحنا کو نظر آگیا تا اپنی اُس پیشگوئی کو پورا کرے جو متی باب ۱۶ آیت ۲۸ میں ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ

اِس قسم کے آنے سے پیشگوئی پوری نہیں ہوسکتی یہہ تو نہایت ضعیف تاویل ہے۔ گویا نکتہ چینوں سے نہایت تکلّف کیساتھہ پیچھا چھوڑانا ہے۔ اور یہ معنے اس قدر غلط اور بدیہی البطلان ہیں کہ اس کے رد کرنے کی بھی حاجت نہیں۔ کیونکہ اگر مسیح نے خواب یا کشف کے ذریعہ سے کسی پر ظاہر ہونا تھا تو پھر ایسی پیشگوئی گویا ایک ہنسی کی بات ہی* اسطرح تو ایک مدت اس سے پہلے حضرت مسیح پولوس پر بھی ظاہر ہو چکے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی جو متی باب ۱۶ آیت ۲۸ میں ہے اس نے پادریصاحبوں کو نہایت گھبراہٹ میں ڈال رکھا ہے۔ اور وہ اپنے عقیدہ کے موافق کوئی معقول معنے اس کے نہیں کرسکے۔ کیونکہ یہہ کہنا اُن کے لئے مشکل تھا کہ مسیح یروشلم کی بربادی کے وقت اپنے جلال کیساتھہ آسمان سے نازل ہوا تھا۔ اور جس طرح آسمان پر ہر ایک طرف چمکنے والی بجلی سب کو نظر آجاتی ہے سبنے اُسکو دیکھا تھا۔ اور انجیل کے اس فقرہ کو بھی نظر انداز کرنا اُنکے لئے آسان نہ تھا کہ اُنمیں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعضے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتے دیکھہ نہ لیں موت کا مزہ نہ چکھیں گے۔ لہذا نہایت تکلف سے اس پیشگوئی کو کشفی رنگ میں مانا گیا مگر یہ نادرست ہی ہے کشفی طور پر تو ہمیشہ خدا کے برگزیدہ بندے خاص لوگوں کو نظر آجایا کرتے ہیں۔ اور کشفی طور میں خواب کی بھی شرط نہیں بلکہ بیداری میں ہی نظر آجاتے ہیں چنانچہ میں خود اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ میں نے کئی دفعہ کشفی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ اور اور بعض نبیوں سے بھی میں نے عین بیداری میں ملاقات کی ہے۔ اور

* میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ اس زمانہ کے مولوی عیسائیوں سے بھی زیادہ متی باب ۲۶ آیت ۲۴ کے پر تکلف معنے کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جبکہ مسیح نے اپنے آنے کے لئے یہ شرط لگادی تھی کہ بعض شخص اس زمانہ کے ابھی زندہ ہونگے اور ایک حواری بھی زندہ ہوگا جب مسیح آئیگا تو اس صورت میں ضروری ہے کہ وہ حواری ابتک زندہ ہو کیونکہ مسیح ابتک نہیں آیا اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ حواری کسی پہاڑ میں پوشیدہ طور پر مسیح کی انتظار میں چھپکر بیٹھا ہوا ہے منہ

میں نے سیّد و مولیٰ اپنے امام نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کئی دفعہ عین بیداری میں دیکھا ہے اور باتیں کی ہیں۔ اور ایسی صاف بیداری سے دیکھا ہے جسکے ساتھ خواب یا غفلت کا نام و نشان نتھا۔ اور میں نے بعض اور وفات یافتہ لوگوں سے بھی اُنکی قبر پر یا اور موقعہ پر عین بیداری میں ملاقات کی ہے اور اُن سے باتیں بھی کی ہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ اسطرح پر عین بیداری میں گذشتہ لوگونکی ملاقات ہو جاتی ہے اور نہ صرف ملاقات بلکہ گفتگو ہوتی ہے اور مصافحہ بھی ہوتا ہے اور اس بیداری اور روزمرہ کی بیداری میں لوازم حواس میں کچھ بھی فرق نہیں ہوتا۔ دیکھا جاتا ہے کہ ہم اسی عالم میں ہیں اور یہی کان ہیں اور یہی آنکھیں ہیں اور یہی زبان ہے۔ مگر غور سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عالم اور ہے۔ دنیا اس قسم کی بیداری کو نہیں جانتی کیونکہ دنیا غفلت کی زندگی میں پڑی ہے یہ بیداری آسمان سے ملتی ہے یہ اُنکو دی جاتی ہے جنکو نئے حواس ملتے ہیں۔ یہہ ایک صحیح بات ہے اور واقعات حقہ میں سے ہے پس اگر مسیح اسی طرح یروشلم کی بربادی کے وقت یوحنا کو نظر آیا تھا تو گو وہ بیداری میں نظر آیا اور گو اس سے باتیں بھی کی ہوں اور مصافحہ کیا ہو تاہم وہ واقعہ اس پیشگوئی سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ یہہ وہ امور ہیں جو ہمیشہ دنیا میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اور اب بھی اگر ہم توجہ کریں تو خدا کے فضل سے مسیح کو یا اور کسی مقدس نبی کو عین بیداری میں دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن ایسی ملاقات سے متی باب ۱۶ آیت ۲۸ کی پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہو سکتی۔

سو اصل حقیقت یہہ ہے کہ چونکہ مسیح جانتا تھا کہ میں صلیب سے بچکر دوسرے ملک میں چلا جاؤں گا اور خدا نہ مجھے ہلاک کریگا اور نہ دنیا سے اٹھائے گا جب تک کہ میں یہودیونکی بربادی اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں اور جب تک کہ وہ بادشاہت جو برگزیدوں کے لئے آسمان میں مقرر ہوئی ہے اپنے نتائج نہ دکھلا دے میں ہرگز وفات نہیں پاؤنگا اس لئے مسیح نے یہہ پیشگوئی کی تا اپنے شاگردوں کو اطمینان دے کہ عنقریب تم میرا یہ نشان دیکھو گے کہ جنھوں نے مجھپر تلوار اٹھائی وہ میری زندگی اور میرے مشافہ میں تلوار سے

سے ہی قتل کئے جائیں گے۔ سو اگر ثبوت کچھ چیز ہے تو اس سے بڑھکر عیسائیوں کے لئے اور کوئی ثبوت نہیں کہ مسیح اپنے مونہہ سے پیشگوئی کرتا ہے کہ ابھی تم میں سے بعض زندہ ہونگے کہ میں پھر آؤں گا۔

یاد رہے کہ انجیلوں میں دو قسم کی پیشگوئیاں ہیں جو حضرت مسیح کے آنے کے متعلق ہیں۔ (۱) ایک وہ جو آخری زمانہ میں آنے کا وعدہ ہے وہ وعدہ روحانی طور پر ہے اور وہ آنا اُسی قسم کا آنا ہے جیسا کہ ایلیا نبی مسیح کے وقت دوبارہ آیا تھا۔ سو وہ ہمارے اس زمانہ میں ایلیا کی طرح آچکا اور وہ یہی راقم ہے جو خادم نوع انسان ہے جو مسیح موعود ہو کر مسیح علیہ السلام کے نام پر آیا۔ اور مسیح نے میری نسبت انجیل میں خبر دی ہے۔ سو مبارک وہ جو مسیح کی تعظیم کے لئے میرے باب میں دیانت اور انصاف سے غور کرے۔ اور ٹھوکر نہ کھاوے۔ (۲) دوسری قسم کی پیشگوئیاں جو مسیح کے دوبارہ آنے کے متعلق انجیلوں میں پائی جاتی ہیں وہ درحقیقت مسیح کی اُس زندگی کے ثبوت کے لئے بیان کی گئی ہیں جو صلیب کے بعد خدا تعالےٰ کے فضل سے قائم اور بحال رہی اور صلیبی موت سے خدا نے اپنے برگزیدہ کو بچا لیا جیسا کہ یہہ پیشگوئی جو ابھی بیان کی گئی۔ عیسائیوں کی یہ غلطی ہے کہ ان دونوں مقاموں کو ایک دوسرے کے ساتھہ ملا دیتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے بڑی گھبراہٹ اور طرح طرح کے مشکلات اُنکو پیش آتے ہیں۔ غرض مسیح کے صلیب سے بچ جانے کے لئے یہ آیت جو متی ۱۶ باب میں پائی جاتی ہے بڑا ثبوت ہے۔

اور منجملہ انجیلی شہادتوں کے جو ہمکو ملی ہیں انجیل متی کی مندرجہ ذیل آیت ہے۔

"اور اُسوقت انسان کے بیٹے کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا۔ اور اُسوقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور انسان کے بیٹے کو بڑی قدرت اور جلال کیساتھہ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گے"۔ دیکھو متی باب ۲۴ آیت ۳۰۔ اس آیت کا اصل مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ جبکہ آسمان سے

یعنے محض خدا کی قدرت سے ایسے علوم اور دلائل اور شہادتیں پیدا ہو جائیں گی کہ جو آپکی الوہیت یا صلیب پر فوت ہونے اور آسمان پر جانے اور دوبارہ آنے کے عقیدہ کا باطل ہونا ثابت کر دینگی - اور جو قومیں آپ کے نبی صادق ہونے کی منکر تھیں بلکہ صلیب دیئے جانے کی وجہ سے اُنکو لعنتی سمجھتی تھیں جیسا کہ یہود اُنکے جھوٹ پر بھی آسمان گواہی دیگا کیونکہ یہہ حقیقت بخوبی کھُل جائیگی کہ وہ مصلوب نہیں ہوئے اس لئے لعنتی بھی نہیں ہوئے تب زمین کی تمام قومیں جنھوں نے اُن کے حق میں افراط یا تفریط کی تھی ماتم کرینگی اور اپنی غلطی کیوجہ سخت ندامت اور خجالت اُن کے شامل حال ہوگی - اور اُسی زمانہ میں جبکہ یہہ حقیقت کھُل جائیگی لوگ روحانی طور پر مسیح کو زمین پر نازل ہوتے دیکھیں گے - یعنے اُن ہی دنوں میں مسیح موعود جو اُنکی قوت اور طبیعت میں ہو کر آئیگا آسمانی تائید سے اور اس قدرت اور جلال سے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے اُس کے شامل ہوگی اپنے چمکتے ہوئے ثبوت کیساتھ ظاہر ہوگا اور پہچانا جائے گا - اِس آیت کی تشریح یہہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی قضا و قدر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایسا وجود ہے اور ایسے واقعات ہیں جو بعض قوموں نے اُنکی نسبت افراط کیا ہے اور بعض نے تفریط کی راہ لی ہے - یعنے ایک وہ قوم ہے کہ جو انسانی لوازم سے اُن کو دور تر لیگئی ہے - یہانتک کہ وہ کہتے ہیں کہ اب تک وہ فوت نہیں ہوئے اور آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں - اور اُن سے بڑھکر وہ قوم ہے جو کہتے ہیں کہ صلیب پر فوت ہو کر اور پھر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے ہیں اور خدائی کے تمام اختیار ان کو مل گئے ہیں بلکہ وہ خود خدا ہیں - اور دوسری قوم یہودی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ وہ صلیب پر مارے گئے اس لئے نعوذ باللہ وہ ہمیشہ کے لئے لعنتی ہوئے اور ہمیشہ کے لئے مورد غضب - اور خدا اُن سے بیزار ہے اور بیزاری اور دشمنی کی نظر سے اُنکو دیکھتا ہے اور وہ کاذب اور مفتری اور نعوذ باللہ کافر اور ملحد ہیں اور خدا کی طرف سے نہیں ہیں - سو یہہ افراط اور تفریط ایسا ظلم سے بھرا ہوا طریق تھا کہ ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے سچے نبی کو اِن

الزاموں سے بری کرتا - سو انجیل کی آیت مذکورہ بالا کا اسی بات کی طرف اشارہ ہے اور یہہ جو کہا کہ زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی - یہہ اس بات کی طرف ایما کی گئی ہے کہ وہ تمام فرقے جن پر قوم کا لفظ اطلاق پا سکتا ہے اُس روز چھاتی پیٹیں گی اور جزع فزع کرینگی اور اُن کا ماتم سخت ہوگا - اسجگہ عیسائیوں کو ذرہ توجہ سے اس آیت کو پڑھنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ جبکہ اس آیت میں کل قوموں کے چھاتی پیٹنے کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے تو اس صورت میں عیسائی اِس ماتم سے کیونکر باہر رہ سکتے ہیں - کیا وہ قوم نہیں ہیں - اور جبکہ وہ بھی اس آیت کے رو سے چھاتی پیٹنے والوں میں داخل ہیں تو پھر وہ کیوں اپنی نجات کا فکر نہیں کرتے - اس آیت میں صاف طور پر بتلایا گیا ہے کہ جب مسیح کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا تو زمین پر جتنی قومیں ہیں وہ چھاتی پیٹیں گی - سو ایسا شخص مسیح کو جھٹلاتا ہے جو کہتا ہے کہ ہماری قوم چھاتی نہیں پیٹے گی - ہاں وہ لوگ چھاتی پیٹنے کی پیشگوئی کا مصداق نہیں ٹھہر سکتی جنکی جماعت ابھی تھوڑی ہے اور اس لائق نہیں ہے جو اُسکو قوم کہا جائے - اور وہ ہمارا فرقہ ہی بلکہ یہی ایک فرقہ ہے جو پیشگوئی کے اثر اور دلالت سے باہر ہے کیونکہ اس فرقہ کے ابھی چند آدمی ہیں جو کسی طرح قوم کا لفظ انپر صادق نہیں آسکتا - مسیح نے خدا سے الہام پاکر بتلایا کہ جب آسمان پر ایک نشان ظاہر ہوگا تو زمین کے کل وہ گروہ جو بباعث اپنی کثرت کے قوم کہلانے کے مستحق ہیں چھاتی پیٹیں گے اور کوئی ان میں سے باقی نہیں رہیگا مگر وہی کم تعداد لوگ جنپر قوم کا لفظ صادق نہیں آسکتا اس پیشگوئی کے مصداق سے نہ عیسائی باہر رہ سکتے ہیں اور نہ اس زمانہ کے مسلمان اور نہ یہودی اور نہ کوئی اور مکذب - صرف ہماری یہ جماعت باہر ہے کیونکہ ابھی خدا نے انکو تخم کی طرح بویا ہے - نبی کا کلام کسی طور سے جھوٹا نہیں ہوسکتا - جبکہ کلام میں صاف یہہ اشارہ ہے کہ ہر ایک قوم جو زمین پر ہے چھاتی پیٹے گی تو ان قوموں میں سے کونسی قوم باہر رہ سکتی ہے - مسیح نے تو اس آیت میں کسی قوم کا استثنا نہیں کیا - ہاں وہ جماعت بہر صورت مستثنیٰ ہے جو ابھی قوم

کے اندازہ تک نہیں پہونچی یعنے ہماری جماعت - اور یہ پیشگوئی اِس زمانہ میں نہایت صفائی سے پوری ہوئی کیونکہ وہ سچائی جو حضرت مسیح کی نسبت اب پوری ہوئی ہے وہ بلاشبہ اِن تمام قوموں کے ماتم کا موجب ہے کیونکہ اس سے سب کی غلطی ظاہر ہوتی ہے اور سب کی پردہ دری ظہور میں آتی ہے - عیسائیوں کے خدا بنانے کا شورہ غوغا حسرت کی آہوں سے بدل جاتا ہے - مسلمانوں کا دن رات کا ضد کرنا کہ مسیح آسمان پر زندہ گیا - آسمان پر زندہ گیا رونے اور ماتم کے رنگ میں آجاتا ہے اور یہودیوں کا تو کچھہ بھی باقی نہیں رہتا -

اور اسجگہ یہہ بھی بیان کر دینے کے لائق ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں جو لکھا ہے کہ اُسوقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اس جگہ زمین سے مراد بلاد شام کی زمین ہے جس سے یہ تینوں قومیں تعلق رکھتی ہیں - یہودی اس لئے کہ وہی اُن کا مبدء اور منبع ہے اور اسی جگہ اُن کا معبد ہے - عیسائی اس لئے کہ حضرت مسیح اسی جگہ ہوئے ہیں اور عیسائی مذہب کی پہلی قوم اسی ملک میں پیدا ہوئی ہے - مسلمان اس لئے کہ وہ اِس زمین کے قیامت تک وارث ہیں اور اگر زمین کے لفظ کے معنے ہر یک زمین لیجائیں تب بھی کچھہ حرج نہیں کیونکہ حقیقت کہلنے پر ہر یک مکذب نادم ہوگا

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی وہ عبارت ہے جو ہم ذیل میں لکھتے ہیں - "اور قبریں کھُل گئیں اور بہت لاشیں پاک لوگوں کی جو آرام میں تھیں اٹھیں اور اس کے اٹھنے کے بعد (یعنے مسیح کے اٹھنے کے بعد) قبروں میں سے نکلکر اور مقدس شہر میں جاکر بہتوں کو نظر آئیں" - دیکھو انجیل متی باب ۲۷ آیت ۵۲ - اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ قصہ جو انجیل میں بیان کیا گیا ہے کہ مسیح کے اٹھنے کے بعد پاک لوگ قبروں میں سے باہر نکل آئے اور زندہ ہوکر بہتوں کو نظر آئے یہہ کسی تاریخی واقعہ کا بیان نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر گویا اسی دنیا میں قیامت نمودار ہوجاتی اور وہ امر جو صدق اور ایمان دیکھنے کے لئے دنیا پر مخفی رکھا گیا تھا وہ سب پر کھل جاتا اور ایمان ایمان نہ رہتا اور ہر یک مومن اور کافر کی نظر میں آنے والے عالم کی حقیقت ایک بدیہی چیز ہوجاتی جیسا کہ چاند اور سورج اور دن اور رات کا وجود بدیہی ہے تب ایمان ایسی قیمتی اور قابل قدر چیز نہ ہوتی جسپر اجر پائینگے کچھہ امید ہوسکتی

لوگ اور بنی اسرائیل کے گذشتہ نبی جن کی تعداد لاکھوں تک پہونچتی ہے سچ مچ واقعہ صلیب کے
وقت زندہ ہوگئے تھے اور زندہ ہوکر شہر میں آگئے تھے اور حقیقت میں مسیح کی سچائی اور خدائی ثابت کرنے
کے لئے یہہ معجزہ دکھلایا گیا تھا جو صدہا نبیوں اور لاکھوں راستبازوں کو ایکدم میں زندہ کردیا گیا تو اس صورت میں
یہودیوں کو یہہ ایک عُمدہ موقعہ ملا تھا کہ وہ زندہ شدہ نبیوں اور دوسرے راستبازوں اور اپنے
فوت شدہ باپ دادوں سے مسیح کی نسبت دریافت کرتے کہ کیا یہہ شخص جو خدائی کا دعوےٰ
کرتا ہے درحقیقت خدا ہے یا کہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے اور قرین قیاس ہے کہ اس
موقعہ کو انھوں نے ہاتھ سے ندیا ہوگا اور ضرور دریافت کیا ہوگا کہ یہ شخص کیسا ہے کیونکہ یہودی
ان باتوں کے بہت حریص تھے کہ اگر مردے دنیا میں دوبارہ آجائیں تو ان سے دریافت
کریں تو پھر جس حالت میں لاکھوں مردے زندہ ہوکر شہر میں آگئے اور ہر ایک محلہ میں ہزاروں
مردے چلے گئے تو ایسے موقعہ کو یہودی کیونکر چھوڑ سکتے تھے ضرور انھوں نے نہ ایک نہ دو
سے بلکہ ہزاروں سے پوچھا ہوگا اور جب یہہ مُردے اپنے اپنے گھروں میں داخل ہوئے
ہونگے تو ان لاکھوں انسانوں کے دنیا میں دوبارہ آنے سے گھر گھر میں شور پڑ گیا ہوگا اور
ہر ایک گھر میں یہی شغل اور یہی ذکر اور یہی تذکرہ شروع ہوگیا ہوگا کہ مُردوں سے پوچھتے ہونگے کہ
کیا آپ لوگ اس شخص کو جو یسوع مسیح کہلاتا ہے حقیقت میں خدا جانتے ہیں۔ مگر چونکہ مُردوں کی اس گواہی کے بعد
جیسا کہ امید تھی یہودی حضرت مسیح پر ایمان نہیں لائے اور نہ کچھ نرم دل ہوئے بلکہ اور بھی
سخت دل ہوگئے تو غالباً معلوم ہوتا ہے کہ مردوں نے کوئی اچھی گواہی نہیں دی۔ بلکہ
بلا توقف یہ جواب دیا ہوگا کہ یہہ شخص اپنے اس دعوی خدائی میں بالکل جھوٹا ہے اور
خدا پر بہتان باندھتا ہے۔ تبھی تو لاکھوں انسان بلکہ پیغمبروں اور رسولوں کے زندہ ہونے
کے بعد بھی یہودی اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے اور حضرت مسیح کو مار کر پھر دوسروں کے
قتل کی طرف متوجہ ہوئے۔ بھلا یہ بات سمجھ آسکتی ہے کہ لاکھوں راستباز کہ جو حضرت آدم
سے لیکر حضرت یحییٰ تک اُس زمین پاک کی قبروں میں سوئے ہوئے تھے وہ سب کے سب

زندہ ہو جائیں اور پھر وعظ کرنے کے لئے شہر میں آئیں اور ہر ایک کھڑا ہو کر ہزارہا انسانوں کے سامنے یہہ گواہی دے کہ درحقیقت یسوع مسیح خدا کا بیٹا بلکہ خود خدا ہے اسکی پوجا کیا کرو اور پہلے خیالات چھوڑ دو ورنہ تمھارے لئے جہنم ہے جسکو خود ہم دیکھکر آئے ہیں۔ اور پھر باوجود اس اعلیٰ درجہ کی گواہی اور شہادت رویت کے جو لاکھوں راستباز مردوں کے مونہہ سے نکلی یہودی اپنے انکار سے باز نہ آئیں۔ ہمارا کانشنس تو اس بات کو نہیں مانتا۔ پس اگر فی الحقیقت لاکھوں راستباز فوت شدہ پیغمبر اور رسول وغیرہ زندہ ہو کر گواہی کے لئے شہر میں آئے تھے تو کچھ شک نہیں کہ انھوں نے کچھ اُلٹی ہی گواہی دی ہوگی اور ہرگز حضرت مسیح کی خدائی کو تصدیق نہیں کیا ہوگا تبھی تو یہودی لوگ مردوں کی گواہیوں کو سنکر اپنے کفر پر پکے ہو گئے اور حضرت مسیح تو ان سے خدائی منوانا چاہتے تھے مگر وہ تو اس گواہی کے بعد نبوت سے بھی منکر ہو بیٹھے۔

غرض ایسے عقیدے نہایت مضر اور بد اثر ڈالنے والے ہیں کہ ایسا یقین کیا جائے کہ یہ لاکھوں مردے یا اس سے پہلے کوئی مردہ حضرت مسیح نے زندہ کیا تھا کیونکہ اُن مردوں کے زندہ ہونے کے بعد کوئی نیک نتیجہ پیدا نہیں ہوا۔ یہ انسان کی فطرت میں ہے کہ اگر مثلاً کوئی شخص کسی دور دراز ملک میں جاتا ہے اور چند برس کے بعد اپنے شہر میں واپس آتا ہے تو طبعاً اُس کے دل میں یہ جوش ہوتا ہے کہ اُس ملک کے عجائب غرائب لوگوں کے پاس بیان کرے اور اس ولایت کے عجیب در عجیب واقعات سے اُن لوگوں کو اطلاع دے نہ یہ کہ اتنی مدت کی جدائی کے بعد جب اپنے لوگوں کو ملے تو زبان بند رکھے اور گونگوں کی طرح بیٹھا رہے بلکہ ایسے موقعہ میں دوسرے لوگوں میں بھی فطرتاً یہہ جوش پیدا ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے پاس دوڑے آتے ہیں اور اُس ملک کے حالات اس سے پوچھتے ہیں اور اگر ایسا اتفاق ہو کہ ان لوگوں کے ملک میں کوئی غریب شکستہ حال وارد ہو جسکی ظاہری حیثیت غریبانہ ہو اور وہ دعویٰ کرتا ہو کہ میں اُس ملک کا بادشاہ ہوں جسکی پایہ تخت کا

سیر کرکے یہ لوگ آئے ہیں - اور میں فلاں فلاں بادشاہ سے بھی اپنے شاہانہ مرتبہ میں اول درجہ پر
ہوں تو لوگ ایسے سیّاحوں سے ضرور پوچھا کرتے ہیں کہ بھلا یہ تو بتلائیے کہ فلاں شخص
جوان دنوں میں ہمارے ملک میں اُس ملک سے آیا ہوا ہے کیا سچ مچ یہ اس ملک کا بادشاہ
ہے اور پھر وہ لوگ جیسا کہ واقعہ ہو بتلا دیا کرتے ہیں تو اس صورت میں جیسا کہ میں نے
بیان کیا ہے حضرت مسیح کے ہاتھ سے مردوں کا زندہ ہونا فقط اس حالت میں قابل پذیرائی ہوتا
جبکہ وہ گواہی جو انسے پوچھی گئی ہوگی جس کا پوچھا جانا ایک طبعی امر ہے کوئی مفید نتیجہ بخشتی -
لیکن اسجگہ ایسا نہیں ہے - پس ناچار اس بات کے فرض کرنے سے کہ مردے زندہ ہوئے
تھے اس بات کو بھی ساتھ ہی فرض کرنا پڑتا ہے کہ اُن مردوں نے حضرت مسیح کے حقیں
کوئی مفید گواہی نہیں دی ہوگی جس سے اُنکی سچائی تسلیم کیجاتی - بلکہ ایسی گواہی دی ہوگی
جس سے اور بھی فتنہ بڑھگیا ہوگا - کاش اگر انسانوں کی جگہ دوسرے چارپایوں کا زندہ
کرنا بیان کیا جاتا تو اس میں بہت کچھ پردہ پوشی متصور تھی - مثلاً یہہ کہا جاتا کہ حضرت مسیح
نے کئی ہزار بیل زندہ کئے تھے تو یہ بات بہت معقول ہوتی اور کسی کے اعتراض کے
وقت جبکہ مذکورہ بالا اعتراض کیا جاتا یعنے یہہ کہا جاتا کہ ان مردوں کی گواہی کا نتیجہ کیا
ہوا تو ہم فی الفور کہہ سکتے کہ وہ تو بیل تھے اُنکی زبان کہاں تھی جو بھلی یا بُری گواہی دیتے
بھلا وہ تو لاکھوں مردے تھے جو حضرت مسیح نے زندہ کئے آج مثلاً چند ہندوؤں کو
اگر بلا کر پوچھو کہ اگر تمھارے فوت شدہ باپ دادے دس بیس زندہ ہوکر دنیا میں واپس آجائیں اور
گواہی دیں کہ فلاں مذہب سچا ہے تو کیا پھر بھی تم کو اس مذہب کی سچائی میں شک باقی
رہجائیگا - تو ہرگز نفی کا جواب نہیں دینگے پس یقیناً سمجھو کہ دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں کہ اسقدر انکشاف کے بعد پھر بھی اپنی کفر
اور انکار پر اڑا رہے - افسوس ہے کہ ایسی کہانیوں کی بندش میں ہمارے ملک کے سکھ خالصہ
عیسائیوں سے اچھے رہے اور انھوں نے ایسی کہانیوں کے بنانے میں خوب ہوشیاری
کی - کیونکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ اُنکے گرو باوا نانک نے ایکدفعہ ایک ہاتھی مردہ زندہ کیا تھا -

اب یہہ اس قسم کا معجزہ ہے کہ نتائج مذکورہ کا اعتراض اُسپر وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ سکھ کہہ سکتے ہیں کہ کیا ہاتھی کی کوئی بولنے والی زبان ہے کہ تا باوانانک کی تصدیق یا تکذیب کرتا۔ غرض عوام تو اپنی چھوٹی سی عقل کیوجہ سے ایسے معجزات پر بہت خوش ہوتے ہیں مگر عقلمند غیر قوموں کے اعتراضوں کا نشانہ بنکر کوفتہ خاطر ہوتے ہیں، اور جس مجلس میں ایسی بیہودہ کہانیاں گیجائیں وہ بہت شرمندہ ہوتے ہیں۔ اب چونکہ ہمکو حضرت مسیح علیہ السلام سے ایسا ہی محبت اور اخلاص کا تعلق ہے جیسا کہ عیسائیوں کو تعلق ہے بلکہ ہم کو بہت بڑھکر تعلق ہے کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کس کی تعریف کرتے ہیں مگر ہم جانتے ہیں کہ ہم کس کی تعریف کرتے ہیں کیونکہ ہم نے ان کو دیکھا ہے لہذا اب ہم اس عقیدہ کی اصل حقیقت کو کھولتے ہیں کہ جو انجیلوں میں لکھا ہے کہ صلیب کے واقعہ کے وقت تمام راستباز فوت شدہ زندہ ہوکر شہر میں آگئے تھے۔

پس واضح ہو کہ یہ ایک کشفی امر تھا جو صلیب کے واقعہ کے بعد بعض پاک دل لوگوں نے خواب کی طرح دیکھا تھا کہ گویا مقدس مردے زندہ ہوکر شہر میں آگئے ہیں اور لوگوں سے ملاقاتیں کرتے ہیں اور جیسا کہ خوابوں کی تعبیر خدا کی پاک کتابوں میں کیگئی ہے مثلاً جیسا کہ حضرت یوسف کی خواب کی تعبیر کی گئی ایسا ہی اس خواب کی بھی ایک تعبیر تھی۔ اور وہ یہ تعبیر تھی کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور خدا نے اسکو صلیب کی موت سے نجات دیدی۔ اور اگر ہم سے یہ سوال کیا جائے کہ یہ تعبیر تمھیں کہاں سے معلوم ہوئی تو اس کا یہ جواب ہی کہ فن تعبیر کے اماموں نے ایسا ہی لکھا ہے اور تمام معبّرین نے اپنے تجربہ سے اس پر گواہی دی ہے۔ چنانچہ ہم قدیم زمانہ کی ایک امام فن تعبیر یعنے صاحب کتاب تعطیر الانام کی تعبیر کو اسکی اصل عبارت کیساتھہ ذیل میں لکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ من رای ان الموتی قد نشروا من قبورھم و رجعوا الی دورھم فانہ یطلق من فی السجن۔ دیکھو کتاب تعطیر الانام فی تعبیر المنام مصنفہ قطب الزمان شیخ عبد الغنی النابلسی صفحہ ۲۸۹۔ ترجمہ۔ اگر کوئی یہ خواب دیکھے یا کشفی طور پر مشاہدہ کرے کہ مردے قبروں میں سے نکل آئے اور اپنے

گھروں کی طرف رجوع کیا تو اس کی یہہ تعبیر ہے کہ ایک قیدی قید سے رہائی پائے گا اور ظالموں کے ہاتھہ سے اس کو مخلصی حاصل ہوگی - طرز بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا قیدی ہوگا کہ ایک شان اور عظمت رکھتا ہوگا - اب دیکھو یہ تعبیر کیسی معقولی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام پر صادق آتی ہے اور فی الفور سمجھہ آجاتا ہے کہ اسی اشارہ کے ظاہر کرنے کے لئے فوت شدہ راستباز زندہ ہوکر شہر میں داخل ہوتے نظر آئے کہ تا اہل فراست معلوم کریں کہ حضرت مسیح صلیبی موت سے بچائے گئے -

ایسا ہی اور بہت سے مقامات انجیلوں میں پائے جاتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے ذریعہ سے نہیں مرے بلکہ مخلصی پاکر کسی دوسرے ملک میں چلے گئے - لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ جس قدر میں نے بیان کیا ہے وہ منصفوں کے سمجھنے کے لئے کافی ہے -

ممکن ہے کہ بعض دلوں میں یہہ اعتراض پیدا ہو کہ انجیلوں میں یہہ بھی تو بار بار ذکر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت ہوگئے اور پھر زندہ ہوکر آسمان پر چلے گئے - ایسے اعتراضات کا جواب میں پہلے بطور اختصار دیچکا ہوں - اور اب بھی اس قدر بیان کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیبی واقعہ کے بعد حواریوں کو ملے اور گلیل تک سفر کیا اور روٹی کھائی اور کباب کھائے اور اپنے زخم دکھلائے اور ایک رات بمقام اللوس حواریوں کے ساتھہ رہے اور خفیہ طور پر پلاطوس کے علاقہ سے بھاگے اور نبیوں کی سنت کیموافق اُس ملک سے ہجرت کی اور ڈرتے ہوئے سفر کیا تو یہ تمام واقعات اس بات کا فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے اور فانی جسم کے تمام لوازم اُنکے ساتھہ تھے اور کوئی نئی تبدیلی انمیں پیدا نہیں ہوئی تھی - اور آسمان پر چڑھنے کی کوئی عینی شہادت انجیل سے نہیں ملتی + اور اگر ایسی شہادت ہوتی بھی تب بھی لائق اعتبار نہ تھی - کیونکہ انجیل نویسوں کی

+ کوئی بیان نہیں کرتا کہ میں اس بات کا گواہ ہوں اور میری آنکھوں نے دیکھا ہے کہ وہ آسمان پر چڑھ گئے تھے - منہ

یہہ عادت معلوم ہوتی ہے کہ وہ بات کا بتونگڑا بنا لیتے ہیں اور ایک ذرہ سی بات پر حاشیے چڑھاتے چڑھاتے ایک پہاڑ اس کو کر دیتے ہیں - مثلاً کسی انجیل نویس کے مونہہ سے نکل گیا کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے - اب دوسرا انجیل نویس اس فکر میں پڑتا ہے کہ اسکو پورا خدا بنا دے اور تیسرا تمام زمین آسمان کے اختیار اسکو دیتا ہے - اور چوتھا واشگاف کہدیتا ہے کہ وہی ہے جو کچھہ ہے اور کوئی دوسرا خدا نہیں - غرض اس طرح پر کھینچتے کھینچتے کہیں کا کہیں لیجاتے ہیں - دیکھو وہ رویا جس میں نظر آیا تھا کہ گویا مردے قبروں میں سے اٹھکر شہر میں چلے گئے - اب ظاہری معنوں پر زور دیکر یہہ جتلایا گیا کہ حقیقت میں مردے قبروں میں سے باہر نکل آئے تھے اور یروشلم شہر میں آکر اور لوگوں سے ملاقاتیں کی تھیں - اس جگہ غور کرو کہ کیسے ایک پرکا کوا بنایا گیا - پھر وہ ایک کوا نہ رہا بلکہ لاکھوں کوّے اڑائے گئے - جس جگہ مبالغہ کا یہ حال ہو اُس جگہ حقیقتوں کا کیونکر پتہ لگے - غور کے لائق ہے کہ ان انجیلوں میں جو خدا کی کتابیں کہلاتی ہیں ایسے ایسے مبالغات بھی لکھے گئے کہ مسیح نے وہ کام کئے کہ اگر وہ سب کے سب لکھے جاتے تو وہ کتابیں جن میں وہ لکھے جاتے دنیا میں سما نہ سکتیں - کیا اتنا مبالغہ طریق دیانت و امانت ہے - کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اگر مسیح کے کام ایسے ہی غیر محدود اور حد بندی سے باہر تھے تو تین برس کی حد میں کیونکر آگئے - ان انجیلوں میں یہہ بھی خرابی ہے کہ بعض پہلی کتابوں کے حوالے غلط بھی دیئے ہیں - شجرہ نسب مسیح کو بھی صحیح طور پر لکھ نہ سکے - انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کی عقل کچھہ موٹی تھی - یہانتک کہ بعض حضرت مسیح کو بھوت سمجھہ بیٹھے اور ان انجیلوں پر قدیم سے یہہ بھی الزام چلا آتا ہے کہ وہ اپنی صحت پر باقی نہیں رہیں - اور خود جس حالت میں بہت سی اور بھی کتابیں انجیل کے نام سے تالیف کیگئیں - تو ہمارے پاس کوئی پختہ دلیل اس بات پر نہیں کہ کیوں اُن دوسری کتابوں کے سب مضمون ردّ کئے جائیں اور کیوں اِن انجیلوں کا کُل لکھا ہوا مان لیا جائے ہم خیال نہیں کر سکتے کہ کبھی دوسری انجیلوں میں اس قدر بے اصل مبالغات

لکھے گئے ہیں جیسا کہ ان چار انجیلوں میں عجیب بات ہی کہ ایک طرف تو ان کتابوں میں مسیح کا پاک اور بے داغ چال چلن مانا جاتا ہے اور دوسری طرف اسپر ایسے الزام لگائے جاتے ہیں جو کسی راستباز کی شان کے ہرگز مناسب نہیں ہیں۔ مثلاً اسرائیلی نبیوں نے یوں تو توریت کی منشاء کے موافق ایک ہی وقت میں صدہا بیویوں کو رکھا تا پاکوں کی نسل کثرت سے پیدا ہو۔ مگر آپ نے کبھی نہیں سُنا ہوگا کہ کسی نبی نے اپنی بے قیدی کا یہ نمونہ دکھلایا کہ ایک ناپاک بدکردار عورت اور شہر کی مشہور فاسقہ اسکے بدن سے اپنے ہاتھ لگاوے اور اسکے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ملے اور اپنے بال اسکے پاؤں پر ملے اور وہ یہہ سب کچھ ایک جوان ناپاک خیال عورت سے ہونے دے اور منع نکرے۔ اسجگہ صرف نیک ظنی کی برکت سے انسان اِن اوہام سے بچ سکتا ہے جو طبعًا ایسے نظارہ کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن بہرحال یہ نمونہ دوسروں کے لئے اچھا نہیں۔ غرض ان انجیلوں میں بہت سی باتیں ایسی بھری پڑی ہیں کہ وہ بتلا رہی ہیں کہ یہ انجیلیں اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں رہیں یا اُنکے بنانے والے کوئی اور ہیں حواری اور انکے شاگرد نہیں ہیں۔ مثلاً انجیل متی کا یہ قول۔ "اور یہ بات آجتک یہودیوں میں مشہور ہے"۔ کیا اس کا لکھنے والا متی کو قرار دینا صحیح اور مناسب ہوسکتا ہے؟ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اس انجیل متی کا لکھنے والا کوئی اور شخص ہے جو متی کی وفات کے بعد گذرا ہے۔ پھر اسی انجیل متی باب ۲۸ آیت ۱۲ و ۱۳ میں ہے۔ "تب انھوں نے یعنے یہودیوں نے بزرگوں کے ساتھ اکٹھے ہوکر صلاح کی اور اُن پہرہ والوں کو بہت روپیہ دیئے اور کہا تم کہو کہ رات کو جب ہم سوتے تھے اسکے شاگرد یعنے مسیح کے شاگرد آکر اُسے چوراکر لیگئے"۔ دیکھو یہ کیسی کچی اور نامعقول باتیں ہیں۔ اگر اس سے مطلب یہ ہے کہ یہودی اس بات کو پوشیدہ کرنا چاہتے تھے کہ یسوع مُردوں میں سے جی اٹھا ہے اس لئے انھوں نے پہرہ والوں کو رشوت دی تھی کہ تا یہ عظیم الشان معجزہ انکی قوم میں مشہور نہ ہو تو کیوں یسوع نے جس کا یہ فرض تھا کہ اپنے اس معجزہ کی یہودیوں میں اشاعت کرتا اُسکو مخفی رکھا بلکہ دوسروں کو بھی اسکے ظاہر کرنے سے منع کیا۔

اگر یہ کہو کہ اُس کو پکڑے جانے کا خوف تھا تو میں کہتا ہوں کہ جب ایکدفعہ خدا یتعالیٰ کی تقدیر
اُسپر وارد ہوچکی اور وہ مرکر پھر جلالی جسم کے ساتھہ زندہ ہوچکا تو اب اُسکو یہودیوں کا کیا خوف
تھا۔ کیونکہ اب یہودی کسی طرح اُسپر قدرت نہیں پاسکتے تھے اب تو وہ فانی زندگی سے ترقی
پاچکا تھا۔ افسوس کہ ایک طرف تو اُس کا جلالی جسم سے زندہ ہونا اور حواریوں کو ملنا اور جلیل
کی طرف جانا اور پھر آسمان پر اٹھائے جانا بیان کیا گیا ہے اور پھر بات بات میں اِس جلالی
جسم کے ساتھہ بھی یہودیوں کا خوف ہی اُس ملک سے پوشیدہ طور پر بھاگتا ہے کہ تا کوئی یہودی
دیکھہ نہ لے اور جان بچانے کے لئے ستّر کوس کا سفر جلیل کی طرف کرتا ہے۔ بار بار منع کرتا ہی
کہ یہہ واقعہ کسی کے پاس بیان نکرو۔ کیا یہ جلالی جسم کے لچھن اور علامتیں ہیں؟ نہیں بلکہ
اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی جلالی اور نیا جسم نتھا وہی زخم آلودہ جسم تھا جو جان نکلنے سے بچایا
گیا اور چونکہ یہودیوں کا پھر بھی اندیشہ تھا اس لئے برعایت ظاہر اسباب مسیح نے اُس
ملک کو چھوڑ دیا اسکے مخالف جسقدر باتیں بیان کیجاتی ہیں وہ سب کی سب یہودہ اور خام
خیال ہیں کہ پہرہ داروں کو یہودیوں نے رشوت دی کہ تم یہہ گواہی دو کہ حواری لاش کو
چوراکر لے گئے اور ہم سوتے تھے۔ اگر وہ سوتے تھے تو اپر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ تم کو سونے
کی حالت میں کیونکر معلوم ہوگیا کہ یسوع کی لاش کو چوری اٹھالے گئے۔ اور کیا صرف
اتنی بات سے کہ یسوع قبر میں نہیں کوئی عقلمند سمجھہ سکتا تھا کہ وہ آسمان پر چلا گیا ہے۔ کیا
دنیا میں اور اسباب نہیں جن سے قبریں خالی رہجاتی ہیں؟ اس بات کا بار ثبوت تو مسیح
کے ذمہ تھا کہ وہ آسمان پر جانے کے وقت دو تین سو یہودیوں کو ملتا اور پلاطوس سے بھی
ملاقات کرتا جلالی جسم کے ساتھہ اُسکو کس کا خوف تھا مگر اُس نے یہ طریق اختیار نہیں کیا
اور اپنے مخالفوں کو ایک ذرہ ثبوت نہیں دیا بلکہ خوفناک دل کے ساتھہ جلیل کی طرف بھاگا
اس لئے ہم قطعی طور پر یقین رکھتے اور مانتے ہیں کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ وہ اس قبر میں سے نکل گیا
جو کوٹھے کی طرح کھڑکی دار تھی اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ پوشیدہ طور پر حواریوں کو ملا مگر یہہ

ہرگز سچ نہیں کہ اس نے کوئی نیا جلالی جسم پایا۔ وہی جسم تھا اور وہی زخم تھے اور وہی خوف دل میں تھا کہ مبادا بدبخت یہودی پھر پکڑ لیں۔ متی باب ۲۸ آیت ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ کو غور سے پڑھو۔ اِن آیات میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ وہ عورتیں جنکو کسی نے یہہ پتا دیا تھا کہ مسیح جیتا ہے اور جلیل کی طرف جا رہا ہے۔ اور کہنے والے نے چپکے سے یہہ بھی کہا تھا کہ شاگردوں کو جاکر یہہ خبر کر دو۔ وہ اس بات کو سُنکر خوش تو ہوئیں مگر بڑی خوفناک حالت میں روانہ ہوئیں یعنے یہ اندیشہ تھا کہ اب بھی کوئی شریر یہودی مسیح کو پکڑ نہ لے۔ اور آیت ۹ میں ہے کہ جب وہ عورتیں شاگردوں کو خبر دینے جاتی تھیں تو یسوع انھیں ملا اور کہا سلام۔ اور آیت دس میں ہے کہ یسوع نے انھیں کہا مت ڈرو یعنے میرے پکڑے جانے کا اندیشہ نکر و پر میرے بھائیوں کو کہو کہ جلیل کو جائیں* وہاں مجھے دیکھیں گے۔ یعنے یہاں میں ٹھہر نہیں سکتا کہ دشمنوں کا اندیشہ ہے۔ غرض اگر فی الحقیقت مسیح مرنے کے بعد جلالی جسم کے ساتھ زندہ ہوا تھا تو یہ بار ثبوت اسپر تھا کہ وہ ایسی زندگی کا یہودیوں کو ثبوت دیتا۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ وہ اس بار ثبوت سے سبکدوش نہیں ہوا۔ یہہ ایک بدیہی بیہودگی ہے کہ ہم یہودیوں پر الزام لگادیں کہ انھوں نے مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کے ثبوت کو روکدیا بلکہ مسیح نے خود اپنے دوبارہ زندہ ہونے کا ایک ذرہ ثبوت نہیں دیا بلکہ بھاگنے اور چھپنے اور کھانے اور سونے اور زخم دکھلانے سے اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ صلیب پر نہیں مرا۔

باب دوم

(اُن شہادتوں کے بیان میں جو حضرت مسیح کے بچ جانے کی نسبت قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ہمکو ملی ہیں)

یہ دلائل جواب ہم اس باب میں لکھنے لگے ہیں بظاہر انکی نسبت ہر ایک کو خیال پیدا ہوگا کہ عیسائیوں کے مقابل پر ان وجوہات کو پیش کرنا بے فائدہ ہے کیونکہ وہ لوگ قرآن شریف

* نوٹ۔ اسجگہ مسیح نے عورتوں کو اِن الفاظ سے تسلی نہیں دی کہ اب میں نئے اور جلالی جسم کے ساتھ اُٹھا ہوں اب میرے کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا بلکہ عورتوں کو کمزور دیکھکر معمولی تسلی دی جو ہمیشہ مرد عورتوں کو دیا کرتے ہیں غرض جلالی جسم کا کوئی ثبوت نہ دیا بلکہ اپنا گوشت اور ہڈیاں دکھلاکر معمولی جسم کا ثبوت دے دیا۔ منہ

یا کسی حدیث کو اپنے لئے حجت نہیں سمجھ سکتے لیکن ہم نے محض اس غرض سے اُنکو لکھا ہے کہ تا عیسائیوں کو قرآن شریف اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ معلوم ہو اور اُنپر یہ حقیقت کُھلے کہ کیونکر وہ سچّائیاں جو صدہا برس کے بعد اب معلوم ہوئی ہیں وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم نے پہلے سے بیان کر دی ہیں۔ چنانچہ اُن میں سے کسی قدر ذیل میں لکھتا ہوں۔

اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شُبّہ لہم الآیۃ وما قتلوہ یقیناً الآیۃ یعنے یہودیوں نے نہ حضرت مسیح کو درحقیقت قتل کیا اور نہ بذریعہ صلیب ہلاک کیا بلکہ اُن کو محض ایک شبہ پیدا ہوا کہ گویا حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت ہو گئے ہیں اور اُنکے پاس وہ دلائل نہیں ہیں جن کی وجہ سے اُن کے دل اس بات پر مطمئن ہو سکیں کہ یقیناً حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیب پر جان نکل گئی تھی۔

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ بظاہر مسیح صلیب پر کھینچا گیا اور اس کے مارنے کا ارادہ کیا گیا مگر یہ محض ایک دھوکا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے ایسا خیال کر لیا کہ درحقیقت حضرت مسیح علیہ السلام کی جان صلیب پر نکل گئی تھی بلکہ خدا نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جنکی وجہ سے وہ صلیبی موت سے بچ رہا۔ اب انصاف کرنے کا مقام ہے کہ جو کچھ قرآن کریم نے یہود اور نصاریٰ کے برخلاف فرمایا تھا آخر کار وہی بات سچی نکلی اور اس زمانہ کی اعلیٰ درجہ کی تحقیقات سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح درحقیقت صلیبی موت سے بچائے گئے تھے۔ کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ یہودی اس بات کا جواب دینے سے قاصر رہے کہ کیونکر حضرت مسیح علیہ السلام کی جان بغیر ہڈیاں توڑنے کے صرف دو تین گھنٹہ میں نکل گئی۔ اسی وجہ سے بعض یہودیوں نے ایک اور بات بنائی ہے کہ

ہم نے مسیح کو تلوار سے قتل کر دیا تھا۔ حالانکہ یہودیوں کی پورانی تاریخ کے رو سے مسیح کو تلوار کے ذریعہ سے قتل کرنا ثابت نہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کی شان ہے کہ مسیح کے بچانے کے لئے اندھیرا ہوا بھونچال آیا پلاطوس کی بیوی کو خواب آئی سبت کے دن کی رات قریب آگئی جس میں مصلوبوں کو صلیب پر رکھنا روا نہ تھا۔ حاکم کا دل بوجہ ہولناک خواب کے مسیح کے چھوڑانے کے لئے متوجہ ہوا۔ یہ تمام واقعات خدا نے اس لئے ایک ہی دفعہ پیدا کر دیئے کہ تا مسیح کی جان بچ جائے۔ اس کے علاوہ مسیح کو غشی کیحالت میں کر دیا کہ تا ہر ایک کو مردہ معلوم ہو۔ اور یہودیوں پر اُسوقت ہیبت ناک نشان بھونچال وغیرہ کے دکھلا کر بزدلی اور خوف اور عذاب کا اندیشہ طاری کر دیا۔ اور یہ دھڑکہ اس کے علاوہ تھا کہ سبت کی رات میں لاشیں صلیب پر نہ رہجائیں۔ پھر یہہ بھی ہوا کہ یہودیوں نے مسیح کو غشی میں دیکھکر سمجھ لیا کہ فوت ہو گیا ہے۔ اندھیرے اور بھونچال اور گھبراہٹ کا وقت تھا۔ گھروں کا بھی اُنکو فکر پڑا کہ شاید اس بھونچال اور اندھیرے سے بچوں پر کیا گذرتی ہو گی اور یہ دہشت بھی دلوں پر غالب ہوئی کہ اگر یہ شخص کاذب اور کافر تھا جیسا کہ ہم نے دل میں سمجھا ہے تو اسکے اس دُکھ دینے کے وقت ایسے ہولناک آثار کیوں ظاہر ہوئے ہیں جو اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے لہذا اُنکے دل بے قرار ہو کر اس لائق نہ رہے کہ وہ مسیح کو اچھی طرح دیکھتے کہ آیا مر گیا یا کیا حال ہے۔ مگر درحقیقت یہ سب امور مسیح کے بچانے کے لئے خدائی تدبیریں تھیں۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ **ولکن شبہ لہم**۔ یعنے یہودنے مسیح کو جان سے مارا نہیں ہے لیکن خدا نے اُنکو شبہ میں ڈالدیا کہ گویا جان سے مار دیا ہے۔ اس سے راستبازوں کو خدا بتعالےٰ کے فضل پر بڑی امید بڑھتی ہے کہ جس طرح اپنے بندوں کو چاہے بچالے۔

اور قرآن شریف میں ایک یہہ بھی آیت حضرت مسیح کے حق میں ہے۔ وجیہا

فی الدنیا والاٰخرۃ ومن المقربین - اس کا ترجمہ یہہ ہے کہ دنیا میں بھی مسیح کو
اسکی زندگی میں وجاہت یعنے عزت اور مرتبہ اور عام لوگوں کی نظر میں عظمت اور
بزرگی ملے گی اور آخرت میں بھی - اب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نے ہیرودوس اور پلاطوس
کے علاقہ میں کوئی عزت نہیں پائی بلکہ غایت درجہ کی تحقیر کی گئی - اور یہ خیال کہ دنیا
میں پھر آکر عزت اور بزرگی پائیں گے یہ ایک بے اصل وہم ہے جو نہ صرف خدا یتعالے کی
کتابوں کے منشاء کے مخالف بلکہ اس کے قدیم قانون قدرت سے بھی مغائر اور مباین اور
یک بے ثبوت امر ہے مگر واقعی اور سچی بات یہہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اُس بدبخت قوم کے
ہاتھ سے نجات پاکر جب ملک پنجاب کو اپنی تشریف آوری سے فخر بخشا تو اس ملک
میں خدا یتعالے نے اُنکو بہت عزت دی اور بنی اسرائیل کی وہ دس قومیں جو گم تھیں
اس جگہ آکر اُن کو ملگئیں - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل اس ملک میں آکر اکثر
انہیں سے بدھ مذہب میں داخل ہو گئے تھے اور بعض ذلیل قسم کی بت پرستی میں پھنس گئے
تھے - سو اکثر انکے حضرت مسیح کے اس ملک میں آنے سے راہ راست پر آگئے اور چونکہ
حضرت مسیح کی دعوت میں آنے والے نبی کے قبول کرنے کے لئے وصیت تھی اس لئے
وہ دس فرقے جو اس ملک میں آکر افغان اور کشمیری کہلائے آخر کار سب کے سب
مسلمان ہو گئے - غرض اس ملک میں حضرت مسیح کو بڑی وجاہت پیدا ہوئی - اور حال میں
ایک سکہ ملا ہے جو اسی ملک پنجاب میں سے برآمد ہوا ہے اُسپر حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کا نام پالی تحریر میں درج ہے اور اُسی زمانہ کا سکہ ہے جو حضرت مسیح کا زمانہ تھا - اس سے
یقین ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اس ملک میں آکر شاہانہ عزت پائی - اور
غالباً یہ سکہ ایسے بادشاہ کی طرف سے جاری ہوا ہے جو حضرت مسیح پر ایمان لے آیا
تھا - ایک اور سکہ برآمد ہوا ہے اسپر ایک اسرائیلی مرد کی تصویر ہے - قرائن سے
معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی حضرت مسیح کی تصویر ہے - قرآن شریف میں ایک یہ بھی آیت ہے

کہ مسیح کو خدا نے ایسی برکت دی ہے کہ جہاں جائے گا وہ مبارک ہوگا* - سو ان سکوں سے ثابت ہے کہ اُس نے خدا سے بڑی برکت پائی اور وہ فوت نہ ہوا جبتک اسکو ایک شاہانہ عزت نہ دیگئی - اسی طرح قرآن شریف میں ایک یہ بھی آیت ہے - ومطھرک من الذین کفروا - یعنے اے عیسیٰ میں اُن الزاموں سے تجھے بری کروں گا اور تیرا پاکدامن ہونا ثابت کردوں گا اور اُن تہمتوں کو دور کردوں گا جو تیرے پر یہود اور نصاریٰ نے لگائیں - یہ ایک بڑی پیشگوئی تھی اور اس کا ماحصل یہی ہے کہ یہود نے یہ تہمت لگائی تھی کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح مصلوب ہوکر ملعون ہوکر خدا کی محبت اُنکے دل میں سے جاتی رہی اور جیسا کہ لعنت کے مفہوم کے لئے شرط ہے اُن کا دل خدا سے برگشتہ اور خدا سے بیزار ہوگیا اور تاریکی کے بے انتہا طوفان میں پڑگیا اور بدیوں سے محبت کرنے لگا اور کل نیکیوں کا مخالف ہوگیا اور خدا سے تعلق توڑکر شیطان کی بادشاہت کے ماتحت ہوگیا اور اسمیں اور خدا میں حقیقی دشمنی پیدا ہوگئی - اور یہی تہمت ملعون ہونیکی نصاریٰ نے بھی لگائی تھی مگر نصاریٰ نے اپنی نادانی سے دو ضدوں کو ایک ہی جگہ جمع کردیا ہے - انھوں نے ایک طرف تو حضرت مسیح کو خدا کا فرزند قرار دیا اور دوسری طرف ملعون بھی قرار دیا ہے اور خود مانتے ہیں کہ ملعون تاریکی اور شیطان کا فرزند ہوتا ہے یا خود شیطان ہوتا ہے سو حضرت مسیح پر یہ سخت ناپاک تہمتیں لگائی گئی تھیں - اور "مطہرک" کی پیشگوئی میں یہ اشارہ ہے کہ ایک زمانہ وہ آتا ہے کہ خدا یتعالےٰ ان الزاموں سے حضرت مسیح کو پاک کرے گا - اور یہی وہ زمانہ ہے -

اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تطہیر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی سے بھی عقلمندوں کی نظروں میں بخوبی ہوگئی کیونکہ آنجناب نے اور قرآن شریف نے گواہی دی کہ وہ الزام سب جھوٹے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لگائے گئے تھے - لیکن یہ گواہی عوام کی نظر میں نظری اور باریک تھی اس لئے اللہ تعالےٰ کے انصاف نے

* وجعلنی مبارکا اینما کنت -

یہی چاہا کہ جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو مصلوب کرنا ایک مشہور امر تھا اور امور
بدیہیہ مشہودہ محسوسہ میں سے تھا اسی طرح تطہیر اور بریت بھی امور مشہودہ محسوسہ میں سے
ہونی چاہیے۔ سو اب اسی کے موافق ظہور میں آیا یعنے تطہیر بھی صرف نظری نہیں بلکہ
محسوس طور پر ہوگئی اور لاکھوں انسانوں نے اِس جسم کی آنکھ سے دیکھ لیا کہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے۔ اور جیسا کہ گلگتہ یعنے سری
کے مکان پر حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچا گیا تھا ایسا ہی سری کے مکان پر یعنی سرینگر
میں اُنکی قبر کا ہونا ثابت ہوا۔ یہ عجیب بات ہی کہ دونوں موقعوں میں سری کا لفظ موجود
ہے یعنے جہاں حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر کھینچے گئے اس مقام کا نام بھی گلگت
یعنے سری ہے اور جہاں انیسویں صدی کے اخیر میں حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر
ثابت ہوئی اس مقام کا نام بھی گلگت یعنے سری ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ گلگت
کہ جو کشمیر کے علاقہ میں ہے یہ بھی سری کی طرف ایک اشارہ ہے۔ غالبا یہہ شہر حضرت مسیح کے
وقت میں بنایا گیا ہے اور واقعہ صلیب کی یادگار مقامی کے طور پر اس کا نام گلگت یعنے سری
رکھا گیا جیسا کہ لاسہ جس کے معنے ہیں معبود کا شہر۔ یہ عبرانی لفظ ہے یہ بھی حضرت مسیح
کے وقت میں آباد ہوا ہے۔

اور احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و
سلم نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ایکسو پچیس (۱۲۵) برس کی ہوئی ہے۔ اور اس بات کو اسلام کے
تمام فرقے مانتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام میں دو ایسی باتیں جمع ہوئی تھیں کہ کسی نبی میں
وہ دونوں جمع نہیں ہوئیں۔ (۱) ایک یہ کہ انھوں نے کامل عمر پائی یعنے ایکسو پچیس (۱۲۵) برس
زندہ رہے۔ (۲) دوم یہ کہ انھوں نے دنیا کے اکثر حصوں کی سیاحت کی اسلئے
نبی سیاح کہلائے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر وہ صرف تینتیس (۳۳) برس کی عمر میں آسمان
کی طرف اٹھائے جاتے تو اس صورت میں ایکسو پچیس (۱۲۵) برس کی روایت صحیح نہیں

ٹھہر سکتی تھی اور نہ وہ اُس چھوٹی سی عمر میں یعنے تینتیس برس میں سیاحت کر سکتے تھے۔ اور یہ روایتیں نہ صرف حدیث کی معتبر اور قدیم کتابوں میں لکھی ہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے فرقوں میں اس تواتر سے مشہور ہیں کہ اس سے بڑھکر متصور نہیں۔ کنز العمّال جو احادیث کی ایک جامع کتاب ہے اس کے صفحہ ۲۰۳ میں ابوہریرہ سے یہ حدیث لکھی ہے۔ اوحی اللہ تعالیٰ الی عیسیٰ ان یا عیسیٰ انتقل من مکان الی مکان لئلا تعرف فتوذیٰ یعنے اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ ایک مکان سے دوسرے مکان کیطرف نقل کر یعنے ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف جا تاکہ کوئی تجھے پہچان کر دکھ نہ دے۔ اور پھر اسی کتاب میں جابر سے روایت کر کے یہ حدیث لکھی ہے۔ کان عیسیٰ ابن مریم یسیح فاذا امسیٰ اکل بقل الصحراء ویشرب الماء القراح ✠۔ یعنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ سیاحت کیا کرتے تھے اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سیر کرتے تھے اور جہاں شام پڑتی تھی تو جنگل کے بقولات میں سے کچھ کھاتے تھے اور خالص پانی پیتے تھے۔ اور پھر اسی کتاب میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے جسکے یہ لفظ ہیں۔ قال احبّ شئی الی اللہ الغرباء قیل ای شی الغرباء۔ قال الذین یفرون بدینہم ویجتمعون الی عیسیٰ ابن مریم ✠۔ یعنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پیارے خدا کی جناب میں وہ لوگ ہیں جو غریب ہیں۔ پوچھا گیا کہ غریب کے کیا معنے ہیں کیا وہ لوگ ہیں جو عیسیٰ مسیح کی طرح دین لیکر اپنے ملک سے بھاگتے ہیں۔

تیسرا باب

(اُن شہادتوں کے بیان میں جو طبابت کی کتابوں میں سے لیگئی ہیں)

ایک اعلیٰ درجہ کی شہادت جو حضرت مسیح کے صلیب سے بچنے پر ہمکو ملی ہے اور جو ایسی شہادت

✠ جلد دوم ✠ جلد دوم ص ۱۷ ✠ جلد پنجم ص ۵۱

ہے کہ بجز ماننے کے کچھ بن نہیں پڑتا وہ ایک نسخہ ہے جسکا نام مرہم عیسیٰ ہی۔ جو طب کی صدہا کتابوں میں لکھا ہوا پایا جاتا ہے۔ ان کتابوں میں سے بعض ایسی ہیں جو عیسائیوں کی تالیف ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ جن کے مولف مجوسی یا یہودی ہیں اور بعض کے بنانے والے مسلمان ہیں۔ اور اکثر انمیں بہت قدیم زمانہ کی ہیں۔ تحقیق سے ایسا معلوم ہوا ہے کہ اول زبانی طور پر اس نسخہ کا لاکھوں انسانوں میں شہرہ ہوگیا اور پھر لوگوں نے اس نسخہ کو قلمبند کرلیا۔ پہلے رومی زبان میں حضرت مسیح کے زمانہ میں ہی کچھ تھوڑا عرصہ واقعہ صلیب کے بعد ایک قرابادین تالیف ہوئی جس میں یہ نسخہ تھا اور جس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے یہ نسخہ بنایا گیا تھا۔ پھر وہ قرابادین کئی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوئی یہانتک کہ ماموں رشید کے زمانہ میں عربی زبان میں اس کا ترجمہ ہوا۔ اور یہ خدا کی عجیب قدرت ہی کہ ہر ایک مذہب کے فاضل طبیب نے کیا عیسائی اور کیا یہودی اور کیا مجوسی اور کیا مسلمان سب نے اس نسخہ کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور سب نے اس نسخہ کے بارے میں یہی بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اُنکے حواریوں نے طیار کیا تھا اور جن کتابوں میں ادویہ مفردہ کے خواص لکھے ہیں اُنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اُن چوٹوں کے لئے نہایت مفید ہے جو کسی ضربہ یا سقطہ سے لگجاتی ہیں اور چوٹوں سے جو خون روان ہوتا ہے وہ فی الفور اس سے خشک ہوجاتا ہے اور چونکہ اس میں مُرّ بھی داخل ہے اس لئے زخم کیڑا پڑنے سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ اور یہ دوا طاعون کے لئے بھی مفید ہے۔ اور ہر قسم کے پھوڑے پھنسی کو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ یہ دوا صلیب کے زخموں کے بعد خود ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے الہام کے ذریعہ سے تجویز فرمائی تھی یا کسی طبیب کے مشورہ سے طیار کی گئی تھی۔ اس میں بعض دوائیں اکسیر کی طرح ہیں۔ خاصکر مُرّ جس کا ذکر توریت میں بھی آیا ہے۔ بہرحال اس دوا کے استعمال سے حضرت مسیح علیہ السلام

کے زخم چند روز میں ہی اچھے ہو گئے اور اس قدر طاقت آگئی کہ آپ تین روز میں یروشلم سے جلیل کی طرف ستر کوس تک پیادہ پا گئے۔ پس اس دوا کی تعریف میں اس قدر کافی ہے کہ مسیح تو اوروں کو اچھا کرتا تھا مگر اس دوا نے مسیح کو اچھا کیا۔ اور جن طب کی کتابوں میں یہ نسخہ لکھا گیا وہ ہزار کتاب سے بھی زیادہ ہیں جن کی فہرست لکھنے سے بہت طول ہوگا اور چونکہ یہ نسخہ یونانی طبیبوں میں بہت مشہور ہے اس لئے میں کچھ ضرورت نہیں دیکھتا کہ تمام کتابوں کے نام اسجگہ لکھوں محض چند کتابیں جو اسجگہ موجود ہیں ذیل میں لکھدیتا ہوں۔

فہرست اُن طبّی کتابونکی جنمیں مرہم عیسیٰ کا ذکر ہی اور یہہ بھی ذکر ہی کہ وہ مرہم حضرت عیسیٰ کیلئے یعنی اُنکے بدن کے زخمونکے لئے بنائی گئی تھی۔

قانون شیخ الرئیس بوعلی سینا جلد ثالث صفحہ نمبر ۱۳۳۔ شرح قانون علامہ قطب الدین شیرازی جلد ثالث۔ کامل الصناعۃ تصنیف علی بن العباس المجوسی جلد دوم صفحہ ۶۰۲۔ کتاب مجموعہ بقائی مصنفہ محمود محمد اسمٰعیل مخاطب ازخاقان بخطاب پدر محمد بقا خان جلد صفحہ ۹۷۴۔ کتاب تذکرۃ الوالالباب مصنفہ شیخ داؤد الضریر الانطاکی صفحہ ۳۰۳۔ قرابادین رومی مصنفہ قریب زمانہ حضرت مسیح جس کا ترجمہ مامون رشید کے وقت میں عربی میں ہوا امراض جلد۔ کتاب عمدۃ المحتاج مصنفہ احمد بن حسن الرشیدی الحکیم اس کتاب میں مرہم عیسیٰ وغیرہ ادویہ سو کتاب میں سے بلکہ اس سے بھی زیادہ کتابوں میں سے لکھی گئی ہیں اور وہ تمام کتابیں فرنچ زبان میں تھیں۔ کتاب قرابادین فارسی مصنفہ حکیم محمد اکبر ارزانی امراض جلد۔ کتاب شفاء الاسقام جلد دوم صفحہ ۲۳۰۔ کتاب مرأۃ الشفا مصنفہ حکیم نتھو شاہ نسخہ قلمی امراض جلد۔ ذخیرۂ خوارزم شاہی امراض جلد۔ شرح قانون گیلانی

جلد ثالث - شرح قانون قرشی جلد ثالث - قرابادین علوی خان امراض جلد - کتاب علاج الامراض مصنفہ حکیم محمد شریف خانصاحب صفحہ ۸۹۳ - قرابادین یونانی امراض جلد - تحفۃ المومنین برحاشیہ مخزن الادویہ صفحہ ۷۱۳ - کتاب محیط فی الطب صفحہ ۳۶۷ - کتاب اکسیر اعظم جلد رابع مصنفہ حکیم محمد اعظم خانصاحب المخاطب بناظم جہاں صفحہ ۳۳۱ - کتاب قرابادین معصومی لمعصوم بن کریم الدین الشوستری شیرازی - کتاب عجالہ نافعہ لمحمد شریف دہلوی صفحہ ۴۱۰ - کتاب طب شبری مسمّٰی بلوامع شبریہ تالیف سید حسین شبر کاظمی صفحہ ۴۱۷ - کتاب مخزن سلیمانی ترجمہ اکسیر عربی صفحہ ۵۹۹ مترجم محمد شمس الدین صاحب بہاولپوری - شفاء الامراض مترجم مولانا الحکیم محمد نور کریم صفحہ ۲۸۲ - کتاب الطب دارا شکوہی مولفہ نور الدین محمد عبد الحکیم عین الملک الشیرازی ورق ۳۶۰ - کتاب منہاج الدکان بدستور الاعیان فی اعمال وترکیب النافعہ للابدان تالیف افلاطون زمانہ ورئیس اوانہ ابو المنا ابن ابی نصر العطار الاسرائیلی الہارونی (یعنے یہودی) صفحہ ۸۶ - کتاب زبدۃ الطب لسید الامام ابو ابراہیم اسمعیل بن حسن الحسینی الجرجانی ورق ۱۸۲ - طب اکبر مصنفہ محمد اکبر ارزانی صفحہ ۲۴۲ - کتاب میزان الطب مصنفہ محمد اکبر ارزانی صفحہ ۱۵۲ - سدیدی مصنفہ رئیس المتکلمین امام المحققین السید الکاذرونی صفحہ ۲۸۳ جلد ۲ کتاب حاوی کبیر ابن ذکریا امراض جلد - قرابادین ابن تلمیذ امراض جلد - قرابادین ابن ابی صادق امراض جلد -

یہہ وہ کتابیں ہیں جنکو میں نے بطور نمونہ اسجگہ لکھا ہے - اور یہ بات اہل علم اور خاصکر طبیبوں پر پوشیدہ نہیں ہے کہ اکثر انمیں ایسی کتابیں ہیں جو پہلے زمانہ میں اسلام کے بڑے بڑے مدرسوں میں پڑھائی جاتی تھیں اور یورپ کے طالب العلم بھی اُنکو پڑھتے تھے - اور یہ کہنا بالکل سچ اور مبالغہ کی ایک ذرہ آمیزش سے بھی پاک

ہے کہ ہر ایک صدی میں قریباً کروڑہا انسان ان کتابوں کے نام سے واقف ہوتے
چلے آئے ہیں اور لاکھوں انسانوں نے انکو اول سے آخر تک پڑھا ہے اور ہم بڑے
زور سے کہہ سکتے ہیں کہ یورپ اور ایشیا کے عالم لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ اُن
بعض عظیم الشان کتابوں کے نام سے ناواقف ہو جو اس فہرست میں درج ہیں۔ جس زمانہ
میں ہسپانیہ اور کیسمنو اور سٹلیرنم دارالعلم تھے اس زمانہ میں بوعلی سینا کی کتاب
قانون جو طب کی ایک بڑی کتاب ہے جس میں مرہم عیسیٰ کا نسخہ ہے اور دوسری کتابیں
شفا اور اشارات اور بشارات جو طبعی اور ہیئت اور فلسفہ وغیرہ میں ہیں بڑے شوق
سے اہل یورپ سیکھتے تھے اور ایسا ہی ابو نصر فارابی اور ابو ریحان اور اسرائیل اور
ثابت بن قرہ اور حنین بن اسحاق اور اسحاق وغیرہ فاضلوں کی کتابیں اور اُنکی یونانی
سے ترجمہ شدہ کتابیں پڑھائی جاتی تھیں یقیناً ان کتابوں کے ترجمے یورپ کے کسی
حصہ میں ابتک موجود ہوں گے۔ اور چونکہ اسلام کے بادشاہ علم طب وغیرہ کو ترقی
دینا بدل چاہتے تھے اسی وجہ سے انھوں نے یونان کی عمدہ عمدہ کتابوں کا ترجمہ
کرایا اور عرصہ دراز تک ایسے بادشاہوں میں خلافت رہی کہ وہ ملک کی توسیع کی
نسبت علم کی توسیع زیادہ چاہتے تھے اُنہی وجوہ اور اسباب سے انھوں نے نہ صرف
یونانی کتابوں کے ترجمے عربی میں کرائے بلکہ ملک ہند کے فاضل پنڈتوں کو بھی بڑی
بڑی تنخواہوں پر طلب کر کے طب وغیرہ علوم کے بھی ترجمے کرائے پس اُن کے
احسانوں میں سے حق کے طالبوں پر یہ ایک بڑا احسان ہے جو انھوں نے اُن
رومی و یونانی وغیرہ طبی کتابوں کے ترجمے کرائے جنمیں مرہم عیسیٰ موجود تھی اور جسپر
کتبہ کی طرح یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے طیار
کی گئی تھی۔ فاضل حکماء عہد اسلام نے جیسا کہ ثابت بن قرہ اور حنین بن اسحاق
ہیں جنکو علاوہ علم طب و طبعی و فلسفہ وغیرہ کی یونانی زبان میں خوب مہارت تھی جب

✠ ہسپانیہ یعنے اندلس۔ کیسمنو یعنے قسطمونیہ۔ ستلیرنم یعنے شنترین۔ منہ

اس قرابادین کا جس میں مرہم عیسیٰ تھی ترجمہ کیا تو عقلمندی سے شلیخا کے لفظ کو جو ایک یونانی لفظ ہے جو باراں کو کہتے ہیں بعینہ عربی میں لکھدیا تا اس بات کا اشارہ کتابوں میں قائم رہے کہ یہ کتاب یونانی قرابادین سے ترجمہ کی گئی - اسی وجہ سے اکثر ہر ایک کتاب میں شلیخا کا لفظ بھی لکھا ہوا پاؤ گے -

اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اگرچہ پورانے سکے بڑی قابل قدر چیزیں ہیں اور اُنکے ذریعہ سے بڑے بڑے تاریخی اسرار کھلتے ہیں لیکن ایسی پورانی کتابیں جو مسلسل طور پر ہر صدی میں کروڑہا انسانوں میں مشہور ہوتی چلی آئیں اور بڑے بڑے مدارس میں پڑھائی گئیں اور ابتک درسی کتابوں میں داخل ہیں ان کا مرتبہ اور عزت ان سکوں اور کتبوں سے ہزارہا درجہ بڑھکر ہے - کیونکہ کتبوں اور سکوں میں جعل سازی کی بھی گنجائشیں ہیں - لیکن وہ علمی کتابیں جو اپنے ابتدائی زمانہ میں ہی کروڑہا انسانوں میں مشہور ہوتی چلی آئی ہیں اور ہر ایک قوم انکی محافظ اور پاسبان ہوتی رہی ہے اور اب بھی ہے - اُنکی تحریریں بلاشبہ ایسی اعلیٰ درجہ کی شہادتیں ہیں جو سکوں اور کتبوں کو اُن سے کچھ بھی نسبت نہیں اگر ممکن ہو تو کسی سکہ یا کتبہ کا نام تو لو جس نے ایسی شہرت پائی ہو جیسا کہ بوعلی سینا کے قانون نے - غرض مرہم عیسیٰ حق کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان شہادت ہے - اگر اس شہادت کو قبول نکیا جائے تو پھر دنیا کے تمام تاریخی ثبوت اعتبار سے گر جاویں گے کیونکہ اگرچہ ابتک ایسی کتابیں جنمیں اس مرہم کا ذکر ہے قریباً ایک ہزار ہیں یا کچھ زیادہ لیکن کروڑہا انسانوں میں یہ کتابیں اور ان کے مولف شہرت یافتہ ہیں اب ایسا شخص علم تاریخ کا دشمن ہوگا جو اس بدیہی اور روشن اور پرزور ثبوت کو قبول نکرے - اور کیا یہ تحکم پیش جاسکتا ہے کہ اس قدر عظیم الشان ثبوت کو ہم نظر انداز کردیں اور کیا ہم ایسے بھاری ثبوت پر بدگمانی کرسکتے ہیں جو یورپ اور ایشیا پر دائرہ کی

طرح محیط ہوگیا ہے اور جو یہودیوں اور عیسائیوں اور مجوسیوں اور مسلمانوں کے نامی فلاسفروں کی شہادتوں سے پیدا ہوا ہے۔ اب اے محققوں کی روحو! اس اعلیٰ ثبوت کی طرف دوڑو۔ اور اے منصف مزاجو! اس معاملہ میں ذرہ غور کرو۔ کیا ایسا چمکتا ہوا ثبوت اس لائق ہے کہ اُسپر توجہ نکیجائے؟ کیا مناسب ہے کہ ہم اس آفتاب صداقت سے روشنی حاصل نکریں؟ یہ وہم بالکل لغو اور بیہودہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت کے زمانہ سے پہلے چوٹیں لگی ہوں یا نبوت کے زمانہ کی ہی چوٹیں ہوں مگر وہ صلیب کی نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے ہاتھ اور پیر زخمی ہوگئے ہوں۔ مثلاً وہ کسی کوٹھے پر سے گر گئے ہوں اور اس صدمہ کیلئے یہ مرہم طیار کی گئی ہو کیونکہ نبوت کے زمانہ سے پہلے حواری نہ تھے اور اس مرہم میں حواریوں کا ذکر ہے۔ شلیخا کا لفظ جو یونانی ہے جو باراں کو کہتے ہیں ان کتابوں میں ابتک موجود ہے اور نیز نبوت کے زمانہ سے پہلے حضرت مسیح کی کوئی عظمت تسلیم نہیں کیگئی تھی تا اسکی یادگار محفوظ رکھی جاتی اور نبوت کا زمانہ صرف ساڑھے تین برس تھا اور اس مدت میں کوئی واقعہ ضربہ یا سقطہ کا بجز واقعہ صلیب کے حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت تاریخوں سے ثابت نہیں۔ اور اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ ممکن ہے کہ ایسی چوٹیں کسی اور سبب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لگی ہوں تو یہ ثبوت اسکے ذمہ ہے کیونکہ ہم جس واقعہ کو پیش کرتے ہیں وہ ایک ایسا ثابت شدہ اور مانا ہوا واقعہ ہے کہ نہ یہودیوں کو اس سے انکار ہے اور نہ عیسائیوں کو یعنے صلیب کا واقعہ۔ لیکن یہ خیال کہ کسی اور سبب سے کوئی چوٹ حضرت مسیح کو لگی ہوگی کسی قوم کی تاریخ سے ثابت نہیں اس لئے ایسا خیال کرنا عمداً سچائی کی راہ کو چھوڑنا ہے۔ یہ ثبوت ایسا نہیں ہے کہ اس قسم کے بیہودہ عذرات سے ردّ ہو سکے۔ ابتک بعض کتابیں بھی موجود ہیں جو مصنفوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔

چنانچہ ایک پورانا قلمی نسخہ قانون بوعلی سینا کا اُسی زمانہ کا لکھا ہوا میرے پاس
بھی موجود ہے۔ تو پھر یہ صریح ظلم اور سچائی کا خون کرنا ہے کہ ایسے روشن ثبوت کو
یونہی پھینکدیا جائے۔ بار بار اس بات میں غور کرو اور خوب غور کرو کہ کیونکر یہہ
کتابیں ابتک یہودیوں اور مجوسیوں اور عیسائیوں اور عربوں اور فارسیوں اور
یونانیوں اور رومیوں اور اہل جرمن اور فرانسیسوں اور دوسرے یورپ کے
ملکوں اور ایشیا کے پورانے کتب خانوں میں موجود ہیں اور کیا یہ لائق ہے کہ
ہم ایسے ثبوت سے جسکی روشنی سے انکار کی آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں یونہی مونہہ پھیر
لیں ؟۔ اگر یہ کتابیں صرف اہل اسلام کی تالیف اور اہل اسلام کے ہی ہاتھ میں
ہوتیں تو شاید کوئی جلد باز یہ خیال کر سکتا کہ مسلمانوں نے عیسائی عقیدہ پر حملہ کرنے
کے لئے جعلی طور پر یہ باتیں اپنی کتابوں میں لکھدی ہیں۔ مگر یہ خیال علاوہ اُن وجوہ
کے جو ہم بعد میں لکھتے ہیں اس وجہ سے بھی غلط تھا کہ ایسے جعل کے مسلمان کسی طور
سے مرتکب نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ عیسائیوں کی طرح مسلمانوں کا بھی یہی عقیدہ ہے
کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد بلا توقف آسمان پر چلے گئے۔ اور مسلمان تو
اس بات کے قائل بھی نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر کھینچا گیا یا صلیب
پر سے انکو زخم پہونچے پھر وہ عمداً ایسی جعل سازی کیونکر کر سکتے تھے جو اُنکے عقیدہ
کے بھی مخالف تھی۔ ماسوا اس کے ابھی اسلام کا دنیا میں وجود بھی نہیں تھا جبکہ
رومی و یونانی وغیرہ زبانوں میں ایسی قرابادینیں لکھی گئیں اور کروڑہا لوگوں میں
مشہور کی گئیں جنمیں مرہم عیسیٰ کا نسخہ موجود تھا اور ساتھ ہی یہ تشریح بھی موجود
تھی کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بنائی تھی۔ اور یہہ
قومیں یعنے یہودی و عیسائی و اہل اسلام و مجوسی مذہبی طور پر ایکدوسرے کے
دشمن تھے۔ پس ان سب کا اس مرہم کو اپنی کتابوں میں درج کرنا بلکہ درج کرنے کے

وقت اپنے مذہبی عقیدوں کی بھی پرواہ نہ رکھنا صاف اس بات کا ثبوت ہے کہ
یہ مرہم ایسا واقعہ مشہورہ تھا کہ کوئی فرقہ اور کوئی قوم اس سے منکر نہ ہو سکی۔ ہاں
جبتک وہ وقت نہ آیا جو مسیح موعود کے ظہور کا وقت تھا اسوقت تک ان تمام قوموں
کے ذہن کو اس طرف التفات نہیں ہوئی کہ یہ نسخہ جو صدہا کتابوں میں درج اور مختلف
قوموں کے کروڑہا انسانوں میں شہرت یاب ہو چکا ہے اس سے کوئی تاریخی فائدہ
حاصل کریں۔ پس اسجگہ ہم بجز اسکے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ خدا کا ارادہ تھا کہ وہ چمکتا ہوا
حربہ اور وہ حقیقت نما برہان کہ جو صلیبی اعتقاد کا خاتمہ کرے اسکی نسبت ابتدا سے
یہی مقدر تھا کہ مسیح موعود کے ذریعہ سے دنیا میں ظاہر ہو کیونکہ خدا کے پاک نبی نے
یہ پیشگوئی کی تھی کہ صلیبی مذہب نہ گھٹے گا اور نہ اسکی ترقی میں فتور آئے گا جب تک
کہ مسیح موعود دنیا میں ظاہر نہ ہو۔ اور وہی ہے جو کسر صلیب اس کے ہاتھ پر ہوگی۔
اس پیشگوئی میں یہی اشارہ تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے
اسباب پیدا ہو جائیں گے جنکے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائے گی۔
تب انجام ہوگا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائے گی۔ لیکن نہ کسی جنگ اور لڑائی سے
بلکہ محض آسمانی اسباب سے جو علمی اور استدلالی رنگ میں دنیا میں ظاہر ہونگے
یہی مفہوم اُس حدیث کا ہے جو صحیح بخاری اور دوسری کتابوں میں درج ہے۔ پس ضرور
تھا کہ آسمان ان امور اور ان شہادتوں اور ان قطعی اور یقینی ثبوتوں کو ظاہر نکرتا
جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں نہ آتا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اور اب سے جو وہ موعود ظاہر
ہوا ہر ایک کی آنکھ کھلے گی اور غور کرنے والے غور کرینگے کیونکہ خدا کا مسیح آگیا۔ اب
ضرور ہے کہ دماغوں میں روشنی اور دلوں میں توجہ اور قلموں میں زور اور کمر دیمیں
ہمت پیدا ہو۔ اور اب ہر ایک سعید کو فہم عطا کیا جائے گا اور ہر ایک رشید کو عقل
دیجائے گی کیونکہ جو چیز آسمان میں چمکتی ہے وہ ضرور زمین کو بھی منور کرتی ہے۔ مبارک

وہ جو اس روشنی سے حصہ لے۔ اور کیا ہی سعادتمند وہ شخص ہے جو اس نور میں سے کچھ پاوے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ پھل اپنے وقت پر آتے ہیں ایسا ہی نور بھی اپنے وقت پر ہی اترتا ہے۔ اور قبل اسکے جو وہ خود اترے کوئی اسکو اتار نہیں سکتا۔ اور جبکہ وہ اترے تو کوئی اسکو بند نہیں کر سکتا۔ مگر ضرور ہے کہ جھگڑے ہوں اور اختلاف ہو مگر آخر سچائی کی فتح ہے۔ کیونکہ یہ امر انسان سے نہیں ہے اور نہ کسی آدم زاد کے ہاتھوں سے۔ بلکہ اُس خدا کی طرف سے ہے جو موسموں کو بدلاتا اور وقتوں کو پھیرتا اور دن سے رات اور رات سے دن نکالتا ہے۔ وہ تاریکی بھی پیدا کرتا ہے۔ مگر چاہتا روشنی کو ہے۔ وہ شرک کو بھی پھیلنے دیتا ہے مگر پیار اس کا توحید سے ہی ہے اور نہیں چاہتا کہ اس کا جلال دوسرے کو دیا جائے۔ جب سے کہ انسان پیدا ہوا ہے اُسوقت تک کہ نابود ہو جائے خدا کا قانون قدرت یہی ہے کہ وہ توحید کی ہمیشہ حمایت کرتا ہے۔ جتنے نبی اس نے بھیجے سب اسی لئے آئے تھے کہ تا انسانوں اور دوسری مخلوقوں کی پرستش دور کر کے خدا کی پرستش دنیا میں قائم کریں اور اُنکی خدمت یہی تھی کہ لا الہ الا اللہ کا مضمون زمین پر چمکے جیسا کہ وہ آسمان پر چمکتا ہے۔ سو اُن سب میں سے بڑا وہ ہے جس نے اس مضمون کو بہت چمکایا۔ جس نے پہلے باطل اِلٰہوں کی کمزوری ثابت کی اور علم اور طاقت کے رو سے اُن کا ہیچ ہونا ثابت کیا۔ اور جب سب کچھ ثابت کر چکا تو پھر اس فتح نمایاں کی ہمیشہ کے لئے **یادگار** یہ چھوڑی کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس نے صرف بے ثبوت دعوے کے طور پر لا الہ الا اللہ نہیں کہا بلکہ اسنے پہلے ثبوت دیکر اور باطل کا بطلان دکھلا کر پھر لوگوں کو اس طرف توجہ دی کہ دیکھو اُس خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں جسنے تمہاری تمام قوتیں توڑ دیں اور تمام شیخیاں نابود کر دیں۔ سو اس ثابت شدہ بات کو یاد دلانیکے لئے ہمیشہ کے لئے یہ مبارک کلمہ سکھلایا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

باب چہارم

(ان شہادتوں کے بیان میں جو تاریخی کتابوں سے ہم کو ملی ہیں)

چونکہ اس باب میں مختلف قسم کی شہادتیں ہیں اس لئے صفائی ترتیب کے لئے ہم اس کو کئی فصل پر منقسم کر دیتے ہیں اور وہ یہہ ہیں:-

پہلی فصل

ان شہادتوں کے ذکر میں جو ان اسلامی کتابوں سے لی گئی ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کی سیاحت کو ثابت کرتی ہیں

کتاب روضۃ الصفا جو ایک مشہور تاریخی کتاب ہے اُس کے صفحہ ۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵- میں بزبان فارسی وہ عبارت لکھی ہے جس کا خلاصہ ترجمہ ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے:-

"حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا نام مسیح اسواسطے رکھا گیا کہ وہ سیاحت بہت کرتے تھے ایک پشمی طاقیہ انکے سر پر ہوتا تھا اور ایک پشمی کرتہ پہنے رہتے تھے

اور ایک عصا ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اور ہمیشہ ملک بملک اور شہر بشہر پھرتے تھے اور جہاں رات پڑ جاتی وہیں رہ جاتے تھے۔ جنگل کی سبزی کھاتے تھے اور جنگل کا پانی پیتے اور پیادہ سیر کرتے تھے۔ ایک دفعہ سیاحت کے زمانہ میں اُنکے رفیقوں نے اُن کیلئے ایک گھوڑا خریدا اور ایک دن سواری کی مگر چونکہ گھوڑے کے آب و دانہ اور چارے کا بندوبست نہ ہوسکا اس لئے اس کو واپس کر دیا۔ وہ اپنے ملک سے سفر کرکے نصیبین میں پہونچے جو اُن کے وطن سے کئی سو کوس کے فاصلہ پر تھا۔ اور آپ کے ساتھ چند حواری بھی تھے۔ آپ نے حواریوں کو تبلیغ کے لئے شہر میں بھیجا۔ مگر اُس شہر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُنکی والدہ کی نسبت غلط اور خلاف واقعہ خبریں پہونچی ہوئی تھیں اس لئے اُس شہر کے حاکم نے حواریوں کو گرفتار کرلیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلایا۔ آپ نے اعجازی برکت سے بعض بیماروں کو اچھا کیا اور اور بھی کئی معجزات دکھلائے۔ اس لئے نصیبین کے ملک کا بادشاہ مع تمام لشکر اور باشندوں کے آپ پر ایمان لے آیا اور نزول مائدہ کا قصہ جو قرآن شریف میں ہے وہ واقعہ بھی ایام سیاحت کا ہے۔"

یہ خلاصہ بیان تاریخ روضۃ الصفا ہے۔ اور اسجگہ مصنف کتاب نے بہت سے یہود اور لغو اور دور از عقل معجزات بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کئے ہیں جنکو ہم افسوس کیساتھ چھوڑتے ہیں اور اپنی اس کتاب کو اُن جھوٹھ اور فضول اور مبالغہ آمیز باتوں سے پاک رکھکر صرف اصل مطلب اُس سے لیتے ہیں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سیر کرتے کرتے نصیبین تک پہونچ گئے تھے اور نصیبین موصل اور شام کے درمیان ایک شہر ہے جسکو انگریزی نقشوں میں نسی بس کے نام سے لکھا ہے۔ جب ہم ملک شام سے فارس کی طرف سفر کریں تو ہماری راہ میں نصیبین آئیگا اور وہ بیت المقدس سے قریباً ساڑھے چار سو کوس ہے اور پھر نصیبین سے قریباً ۴۸۰ میل موصل ہے جو بیت المقدس سے پانسو میل کے فاصلہ پر ہے اور موصل سے فارس کی حد صرف سو میل رہجاتی ہے اس حساب سے نصیبین فارس کی حد سے ڈیڑھ سو میل پر ہے اور فارس کی مشرقی حد افغانستان کی شہر ہرات تک ختم ہوتی ہے یعنے فارس کیطرف ہرات افغانستان کی مغربی حد

پر واقع ہے اور فارس کی مغربی حد سے قریباً نو سو میل کے فاصلہ پر ہے اور ہرات سے درہ خیبر تک قریباً پانسو میل کا فاصلہ ہے۔ دیکھو نقشہ ہذا

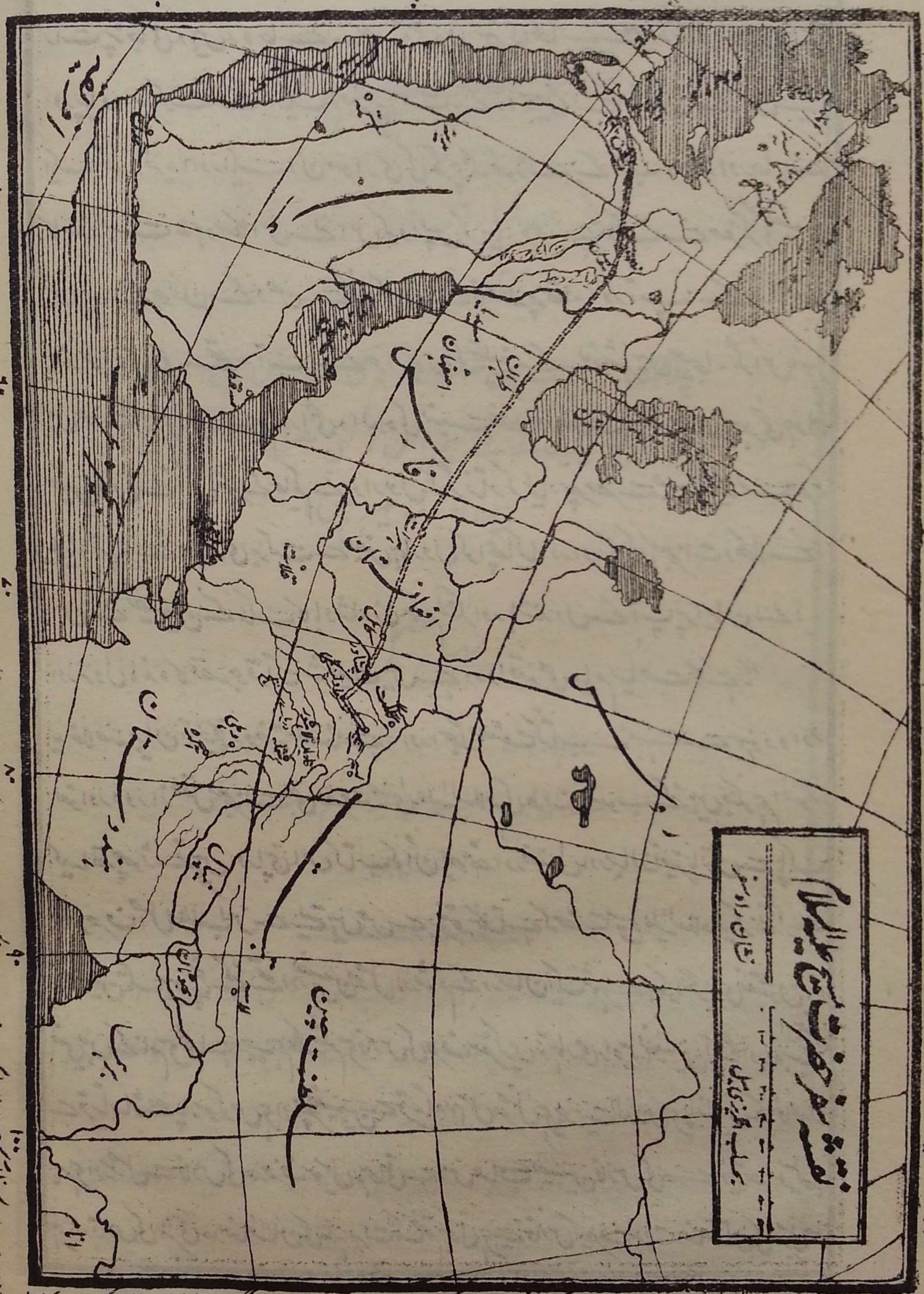

یو۔ سی۔ بلی۔ ایس۔ نے ھیبالی مابیج یونانی جسلو ہین مرتامی ایک شخص لندن کے رہنے والے نے سنہ ۱۶۵۰ء میں انگریزی زبان میں ترجمہ کیا اس کے پہلے باب چھ ھوین فصل میں ایک خط ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بادشاہ ابگیرس نام نے دریائے فرات کے پار سے حضرت عیسیٰ کو اپنے پاس بلایا تھا ابگیرس کا حضرت عیسیٰ کی طرف خط اور حضرت عیسیٰ کا جواب بہت جھوٹ اور مبالغہ سے بھرا ہوا ہے مگر اسقدر سچی بات معلوم ہوتی ہے کہ اس بادشاہ نے

یہ اُن ملکوں اور شہروں کا نقشہ ہے جنسے حضرت مسیح علیہ السلام کا کشمیر کی طرف آتے ہوئے گذر ہوا اس سیر و سیاحت سے آپ کا یہہ ارادہ تھا کہ تا اوّل اُن بنی اسرائیل کو ملیں جنکو شاہ سلمنذر پکڑ کر ملک میدیا میں لے گیا تھا اور یاد رہے کہ عیسائیوں کے شایع کردہ نقشہ میں میدیا بحیرۂ خزر کے جنوب میں دکھایا گیا ہے جہاں آج کل فارس کا ملک واقع ہے۔ اس سے سمجھہ سکتے ہیں کہ کم سے کم میدیا اُس ملک کا ایک حصہ تھا جسے آجکل فارس کہتے ہیں اور فارس کی مشرقی حد افغانستان سے متصل ہے اور اس کے جنوب میں سمندر ہے اور مغرب میں ملک روم۔ بہرحال اگر روضۃ الصفا کی روایت پر اعتبار کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا نصیبین کی طرف سفر کرنا اس غرض سے تھا کہ تا فارس کی راہ سے افغانستان میں آویں اور اُن گم شدہ یہودیوں کو جو آخر افغان کے نام سے مشہور ہونے حق کی طرف دعوت کریں۔ افغان کا نام عبرانی معلوم ہوتا ہے۔ یہ لفظ ترکیبی ہے جس کے معنے بہادر ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی فتحیابیوں کے وقت یہ خطاب بہادر کا اپنے لئے مقرر کیا۔ +

اب حاصل کلام یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام افغانستان سے ہوتے ہوئے پنجاب کی طرف آئے۔ اس ارادہ سے کہ پنجاب اور ہندوستان دیکھتے ہوئے پھر کشمیر کی طرف قدم اٹھاویں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ افغانستان اور کشمیر کی حد فاصل چترال کا علاقہ اور کچھہ حصہ پنجاب کا ہے۔ اگر افغانستان سے کشمیر میں پنجاب کے رستے سے آویں تو قریباً اسی کوس یعنے ۱۳۰ میل کا فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے اور چترال کی راہ سے سو کوس

+ توریت میں بنی اسرائیل کے لئے وعدہ تھا کہ اگر تم آخری نبی پر ایمان لاؤگے تو آخری زمانہ میں بہت سی مصیبتوں کے بعد پھر حکومت اور بادشاہت تمکو ملے گی۔ چنانچہ وہ وعدہ اس طور پر پورا ہوا کہ بنی اسرائیل کی دس قوموں نے اسلام اختیار کر لیا۔ اسی وجہ سے افغانوں میں بڑے بڑے بادشاہ ہوئے اور نیز کشمیریوں میں بھی۔ منہ

کا فاصلہ ہے۔ لیکن حضرت مسیح نے بڑی عقلمندی سے افغانستان کا راہ اختیار کیا تا اسرائیل کی کھوئی بھیڑیں جو افغان تھے فیضیاب ہو جائیں۔ اور کشمیر کی مشرقی حد ملک تبت سے متصل ہے اس لئے کشمیر میں آکر آسانی تبت میں جا سکتے تھے اور پنجاب میں داخل ہو کر ان کے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ قبل اس کے جو کشمیر اور تبت کی طرف آویں ہندوستان کے مختلف مقامات کا سیر کریں۔ سو جیسا کہ اس ملک کی پورانی تاریخیں بتلاتی ہیں یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ حضرت مسیح نے نیپال اور بنارس وغیرہ مقامات کا سیر کیا ہوگا اور پھر جموں سے یا راولپنڈی کی راہ سے کشمیر کی طرف گئے ہوں گے۔ چونکہ وہ ایک سرد ملک کے آدمی تھے اس لئے یہ یقینی امر ہے کہ ان ملکوں میں غالبا وہ صرف جاڑے تک ہی ٹھہرے ہونگے اور اخیر مارچ یا اپریل کے ابتدا میں کشمیر کی طرف کوچ کیا ہوگا اور چونکہ وہ ملک بلاد شام سے بالکل مشابہ ہے اس لئے یہہ بھی یقینی ہے کہ اس ملک میں سکونت مستقل اختیار کر لی ہوگی۔ اور ساتھہ اس کے یہ بھی خیال ہے کہ کچھہ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں بھی رہے ہوں گے اور کچھہ بعید نہیں کہ وہاں شادی بھی کی ہو۔ افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے۔ کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسی کی ہی اولاد ہوں۔ مگر افسوس کہ افغانوں کی قوم کا تاریخی شیرازہ نہایت درہم برہم ہے اس لئے ان کے قومی تذکروں کے ذریعہ سے کوئی اصلیت پیدا کرنا نہایت مشکل امر ہے۔ بہرحال اس میں کچھہ بھی شک نہیں کہ افغان بنی اسرائیل میں سے ہیں جیسا کہ کشمیری بھی بنی اسرائیل میں سے ہیں اور جن لوگوں نے اپنی تالیفات میں اس کے برخلاف لکھا ہے انھوں نے سخت دھوکہ کھایا ہے اور فکر دقیق سے کام نہیں لیا۔ افغان اس بات کو مانتے ہیں کہ وہ قیس کی اولاد میں سے ہیں اور قیس بنی اسرائیل میں سے ہے۔ غیر اسجگہ اس بحث کو طول دینے کی ضرورت نہیں۔ ہم اپنی ایک کتاب میں اس بحث کو کامل طور پر لکھ چکے ہیں۔ اسجگہ صرف حضرت مسیح کی سیاحت کا ذکر ہے جو نصیبین کی راہ سے افغانستان میں ہو کر

اور پنجاب میں گذر کر کشمیر اور تبت تک ہوئی - اسی لمبے سفر کی وجہ سے آپ کا نام نبی سیاح بلکہ سیاحوں کا سردار رکھا گیا - چنانچہ ایک اسلامی فاضل امام عالم علامہ یعنی عارف باللہ ابی بکر محمد بن محمد ابن الولید الفہری الطرطوشی المالکی جو اپنی عظمت اور فضیلت میں شہرۂ آفاق ہیں اپنی کتاب سراج الملوک میں جو مطبع خیریہ مصر میں سنہ ۱۳۰۶ میں چھپی ہے یہ عبارت حضرت مسیح کے حق میں لکھتے ہیں جو صفحہ ۶ میں درج ہے - "این عیسے روح اللہ وکلمتہ راس الزاھدین وامام السائحین - یعنے کہاں ہے عیسیٰ روح اللہ و کلمۃ اللہ جو زاہدوں کا سردار اور سیاحوں کا امام تھا یعنے وہ وفات پاگیا اور ایسے ایسے انسان بھی دنیا میں نہ رہے - دیکھو اسجگہ اس فاضل نے حضرت عیسیٰ کو نہ صرف سیاح بلکہ سیاحوں کا امام لکھا ہے - ایسا ہی لسان العرب کے صفحہ ۴۳۱ میں لکھا ہے - قیل سُمّي عیسیٰ بمسیح لانّہ کان سائحًا فی الارض لایستقرّ - یعنے عیسیٰ کا نام مسیح اس لئے رکھا گیا کہ وہ زمین میں سیر کرتا رہتا تھا اور کہیں اور کسی جگہ اس کو قرار نہ تھا - یہی مضمون تاج العروس شرح قاموس میں بھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح وہ ہوتا ہے جو خیر اور برکت کے ساتھ مسح کیا گیا ہو یعنے اسکی فطرت کو خیر و برکت دیگئی ہو - یہانتک کہ اُس کا چھونا بھی خیر و برکت کو پیدا کرتا ہو اور یہ نام حضرت عیسیٰ کو دیا گیا اور جسکو چاہتا ہے اللہ تعالے یہ نام دیتا ہے - اور اس کے مقابل پر ایک وہ بھی مسیح ہے جو شر اور لعنت کے ساتھ مسح کیا گیا یعنے اسکی فطرت شر اور لعنت پر پیدا کیگئی یہاں تک کہ اس کا چھونا بھی شر اور لعنت اور ضلالت پیدا کرتا ہے اور یہ نام مسیح دجّال کو دیا گیا اور نیز ہر ایک کو جو اس کا ہم طبع ہوا اور یہہ دونوں نام یعنے مسیح سیاحت کرنے والا اور مسیح برکت دیا گیا یہہ باہم ضد نہیں ہیں اور پہلے معنے دوسرے کو باطل نہیں کرسکتے کیونکہ خدائے تعالےٰ کی یہ بھی عادت ہے کہ ایک نام کسی کو عطا کرتا ہے اور کئی معنے اس سے مراد ہوتے ہیں اور سب اُسپر صادق آتے ہیں - اب خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سیاح ہونا

اس قدر اسلامی تواریخ سے ثابت ہی کہ اگر اُن تمام کتابوں میں سے نقل کیا جائے تو میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مضمون اپنے طول کیوجہ ایک ضخیم کتاب ہو سکتی ہے اس لئے اسی پر کفایت کیجاتی ہے۔

دوسری فصل

اُن تاریخی کتابونکی شہادت میں جو بدہ مذہب کی کتابیں ہیں

واضح ہو کہ بدہ مذہب کی کتابوں میں سے انواع اقسام کی شہادتیں ہمکو دستیاب ہوئی ہیں جنکو یکجائی نظر کے ساتھہ دیکھنے سے قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ضرور اس ملک پنجاب و کشمیر وغیرہ میں آئے تھے اُن شہادتوں کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں تا ہر ایک منصف انکو اوّل غور سے پڑھے اور پھر اُنکو اپنے دلمیں ایک مسلسل صورت میں ترتیب دیکر خود ہی نتیجۂ مذکورہ بالا تک پہونچ جائے۔ اور وہ یہہ ہیں۔ **اول** وہ خطاب جو بدہ کو دیئے گئے مسیح کے خطابوں سے مشابہ ہیں اور ایسا ہی وہ واقعات جو بدہ کو پیش آئے مسیح کی زندگی کے واقعات سے ملتے ہیں۔ مگر بدہ مذہب سے مراد ان مقامات کا مذہب ہے جو تبت کی حدود یعنے لیہ اور لاسہ اور گلگت اور ہمس وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ جنکی نسبت ثابت ہوا ہے کہ حضرت مسیح اُن مقامات میں گئے تھے۔ خطابونکی مشابہت میں یہ ثبوت کافی ہی کہ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی تعلیموں میں اپنا نام نور رکھا ہے ایسا ہی گوتم کا نام بدہ رکھا گیا ہے جو سنسکرت میں نور کے معنوں پر آتا ہے اور انجیل میں حضرت عیسی علیہ السلام کا نام استاد بھی ہے ایسا ہی بدہ کا نام ساستا یعنے استاد ہے۔ ایسا ہی حضرت مسیح کا نام انجیل میں مبارک رکھا گیا ہے اسی طرح بدہ کا نام بھی سُگت ہے یعنی مبارک ہے۔ ایسا ہی حضرت مسیح کا نام شاہزادہ رکھا گیا ہے اور بدہ کا نام بھی شاہزادہ ہے۔ اور ایک نام مسیح کا انجیل میں یہ بھی ہے کہ وہ اپنے آنے کے مدعا کو پورا کرنے والا ہے ایسا ہی بدہ کا نام بھی بدہ کی کتابوں میں سدارتھار کھا گیا ہے یعنے اپنے آنے کا مدعا پورا کرنے والا۔ اور انجیل میں حضرت مسیح کا ایک نام یہ بھی ہے کہ وہ تھکوں ماندوں کو

پناہ دینے والا ہے۔ ایسا ہی بدہ کی کتابوں میں بدہ کا نام ہے اسرن سرن یعنے بے پناہوں کو پناہ دینے والا۔ اور انجیل میں حضرت مسیح بادشاہ بھی کہلائے ہیں گو آسمان کی بادشاہت مراد لی ایسا ہی بدہ بھی بادشاہ کہلایا ہے۔ اور واقعات کی مشابہت کا یہ ثبوت ہے کہ مثلاً جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام شیطان سے آزمائے گئے اور شیطان نے انکو کہا کہ اگر تو مجھے سجدہ کرے تو تمام دنیا کی دولتیں اور بادشاہتیں تیرے لئے ہونگی۔ یہی آزمایش بدہ کی بھی کی گئی اور شیطان نے اُسکو کہا کہ اگر تو میرا یہ حکم مان لے کہ اِن فقیری کے کاموں سے باز آجائے اور گھر کی طرف چلا جائے تو میں تجھکو بادشاہت کی شان و شوکت عطا کرونگا لیکن جیسا کہ مسیح نے شیطان کی اطاعت نکی ایسا ہی لکھا ہے کہ بدھ نے بھی نہ کی۔ دیکھو کتاب ٹی ڈبلیو رائیس ڈیوڈس بدہ ازم۔ اور کتاب مونیر ولیمس بُدھ ازم۔†

اب اس سے ظاہر ہے کہ جو کچھ حضرت مسیح علیہ السلام انجیل میں کئی قسم کے خطاب اپنی طرف منسوب کرتے ہیں یہی خطاب بدہ کی کتابوں میں جو اس سے بہت عرصہ پیچھے لکھی گئی ہیں بدہ کی طرف منسوب کیگئی ہیں۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام شیطان سے آزمائے گئے ایسا ہی ان کتابوں میں بدہ کی نسبت دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ بھی شیطان سے آزمایا گیا بلکہ اُن کتابوں میں اس سے زیادہ بدہ کی آزمایش کا ذکر ہے اور لکھا ہے کہ جب شیطان بدہ کو دولت اور بادشاہت کی طمع دیچکا تب بدہ کو خیال پیدا ہوا کہ کیوں اپنے گھر کی طرف واپس نہ جائے لیکن اُس نے اس خیال کی پیروی نکی اور پھر ایک خاص رات میں وہی شیطان اسکو پھر ملا اور اپنی تمام ذریات ساتھ لایا اور ہیبتناک صورتیں بناکر اسکو ڈرایا اور بدہ کو وہ شیاطین سانپوں کی طرح نظر آئے جن کے مونہہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور اُن سانپوں نے زہر اور آگ اسکی طرف پھینکنی شروع کی لیکن زہر پھول بنجاتے تھے اور آگ بدہ کے گرد ایک ہالہ بنا لیتی تھی۔ پھر جب اسطرح پر کامیابی نہ ہوئی تو شیطان نے

† نیز دیکھو۔ چائنیز بُدھ ازم مصنفہ اڈکنس + بُدھ مصنفہ اولڈ برگ ترجمۂ ڈبلیو ہوئی لائف آف بُدھ ترجمہ راکہل کمنگ

اپنی سولہ لڑکیوں کو بلایا اور اُنکو کہا کہ تم اپنی خوبصورتی بدہ پر ظاہر کرو لیکن اس سے بھی
بدہ کے دل کو تزلزل نہ ہوا اور شیطان اپنے ارادوں میں نامراد رہا اور شیطان نے اور
اور طریقے بھی اختیار کئے مگر بدہ کے استقلال کے سامنے اسکی کچھہ پیش نگئی اور بدہ
اعلی سے اعلی مراتب کو طے کرتا گیا اور آخر کار ایک لمبی رات کے بعد یعنے سخت
آزمایشوں اور دیرپا امتحانوں کے پیچھے بدہ نے اپنے دشمن یعنے شیطان کو مغلوب
کیا اور سچے علم کی روشنی اسپر کھل گئی اور صبح ہوتے ہی یعنے امتحان سے فراغت
پاتے ہی اُسکو تمام باتوں کا علم ہوگیا اور جس صبح کو یہ بڑی جنگ ختم ہوئی وہ بدہ مذہب
کی پیدایش کا دن تھا۔ اُس وقت گوتم کی عمر پینتیس برس کی تھی اور اسوقت اسکو
بدہ یعنے نور اور روشنی کا خطاب ملا اور جس درخت کے نیچے وہ اسوقت بیٹھا ہوا
تھا وہ درخت نور کے درخت کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اب انجیل کھولکر دیکھو کہ
یہ شیطان کا امتحان جس سے بدہ آزمایا گیا کسقدر حضرت مسیح کے امتحان سے مشابہ
ہے یہانتک کہ امتحان کے وقت میں جو حضرت مسیح کی عمر تھی قریباً وہی بدہ کی عمر
تھی اور جیسا کہ بدہ کی کتابوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیطان درحقیقت انسان
کی طرح مجسم ہوکر لوگوں کے دیکھتے ہوئے بدہ کے پاس نہیں آیا بلکہ وہ ایک خاص
نظارہ تھا جو بدہ کی آنکھوں تک ہی محدود تھا اور شیطان کی گفتگو شیطانی الہام
تھی یعنے شیطان اپنے نظارہ کے ساتھہ بدہ کے دل میں یہ القا بھی کرتا تھا کہ یہ طریق
چھوڑ دینا چاہیے اور میرے حکم کی پیروی کرنی چاہیے میں تجھے دنیا کی تمام دولتیں
دیدونگا۔ اسی طرح عیسائی محقق مانتے ہیں کہ شیطان جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
پاس آیا تھا وہ بھی اس طرح نہیں آیا تھا کہ یہودیوں کے سامنے انسان کیطرح
اُنکی گلیوں کوچوں سے ہوکر اپنی مجسم حالت میں گذرتا ہوا حضرت مسیح کو آملا ہو
اور انسانوں کی طرح ایسی گفتگو کی ہو کہ حاضرین نے بھی سنی ہو بلکہ یہ ملاقات بھی

ایک کشفی رنگ میں ملاقات تھی جو حضرت مسیح کی آنکھوں تک محدود تھی اور باتیں بھی الہامی رنگ میں تھیں۔ یعنے شیطان نے جیسا کہ اُس کا قدیم سے طریق ہے اپنے ارادوں کو وسوسوں کے رنگ میں حضرت مسیح کے دل میں ڈالا تھا۔ مگر اُن شیطانی الہامات کو حضرت مسیح کے دل نے قبول نکیا بلکہ بُدّہ کی طرح اُنکو ردّ کیا۔

اب سوچنے کا مقام ہے کہ اسقدر مشابہت بدہ میں اور حضرت مسیح میں کیوں پیدا ہوئی۔ اِس مقام میں آریہ تو کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح نے اس سفر کیوقت جبکہ ہندوستان کیطرف انھوں نے سفر کیا تھا بدّہ مذہب کی باتوں کو سُنکر اور بدہ کے ایسے واقعات پر اطلاع پاکر اور پھر واپس اپنے وطن میں جاکر اُسی کیموافق انجیل بنالی تھی۔ اور بدہ کے اخلاق میں سے چوراکر اخلاقی تعلیم لکھی تھی اور جیسا کہ بدہ نے اپنے تئیں نور کہا اور علم کہا اور دوسرے خطاب اپنے نفس کے لئے مقرر کئے وہی تمام خطاب مسیح نے اپنی طرف منسوب کر دیئے تھے۔ یہانتک کہ وہ تمام قصہ بدہ کا جسمیں وہ شیطان سے آزمایا گیا اپنا قصہ قرار دیدیا۔ لیکن یہ آریونکی غلطی اور خیانت ہے یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ حضرت مسیح صلیب کے واقعہ سے پہلے ہندوستان کی طرف آئے تھے اور نہ اسوقت کوئی ضرورت اس سفر کی پیش آئی تھی بلکہ یہ ضرورت اسوقت پیش آئی جبکہ بلاد شام کے یہودیوں نے حضرت مسیح کو قبول نکیا اور اُن کو اپنے زعم میں صلیب دیدیا جس سے خدا تعالےٰ کی باریک حکمت عملی نے حضرت مسیح کو بچا لیا۔ تب وہ اُس ملک کے یہودیوں کے ساتھ حق تبلیغ اور ہمدردی ختم کر چکے اور بباعث اُس بدی کے اُن یہودیوں کے دل ایسے سخت ہو گئے کہ وہ اس لائق نہ رہے کہ سچائی کو قبول کریں اُسوقت حضرت مسیح نے خدا تعالےٰ سے یہ اطلاع پاکر کہ یہودیوں کے دس گم شدہ فرقے ہندوستان کی طرف آگئے ہیں اُن ملکوں کی کی طرف قصد کیا۔ اور چونکہ ایک گروہ یہودیوں کا بدہ مذہب میں داخل ہو چکا تھا

اس لئے ضرور تھا کہ وہ نبی صادق بدہ مذہب کے لوگوں کی طرف توجہ کرتا۔ سو اُسوقت بدہ مذہب کے عالموں کو جو مسیحا بدہ کے منتظر تھے یہ موقع ملا کہ انھوں نے حضرت مسیح کے خطابات اور اُنکی بعض اخلاقی تعلیمیں جیساکہ یہ کہ "اپنے دشمنوں سے پیار کرو اور بدی کا مقابلہ نہ کرو" اور نیز حضرت مسیح کا بگوا یعنے گورا رنگ ہونا جیساکہ گوتم بدھ نے پیشگوئی میں بیانکیا تھا یہ سب علامتیں دیکھکر انکو بدہ قرار دیدیا۔ اور یہ بھی ممکن ہی کہ مسیح کے بعض واقعات اور خطابات اور تعلیمیں اسی زمانہ میں گوتم بدہ کی طرف بھی عمداً یا سہواً منسوب کردی گئے ہوں کیونکہ ہمیشہ ہندو تاریخ نویسی میں بہت کچے رہے ہیں۔ اور بدہ کے واقعات حضرت مسیح کے زمانہ تک قلمبند نہیں ہوئے تھے اس لئے بدہ کے عالموں کو بڑی گنجائش تھی کہ جو کچھ چاہیں بدہ کی طرف منسوب کردیں سو یہ قرین قیاس ہی کہ جب انھوں نے حضرت مسیح کے واقعات اور اخلاقی تعلیم سے اطلاع پائی تو ان امور کو اپنی طرف سے اور کئی باتیں ملا کر بدہ کی طرف منسوب کردیا ہوگا۔ چنانچہ آگے چلکر ہم اس بات کا ثبوت دیں گے کہ یہ اخلاقی تعلیم کا حصہ جو بدہ مذہب کی کتابوں میں انجیل کے مطابق پایا جاتا ہے اور یہ خطابات نور وغیرہ جو مسیح کی طرح بدہ کی نسبت لکھے ہوئے ثابت ہوتے ہیں اور ایسا ہی شیطان کا امتحان یہ سب امور اسوقت بدہ مذہب کی پستکوں میں لکھے گئے تھے جبکہ حضرت مسیح اس ملک میں صلیبی تفرقہ کے بعد تشریف لائے تھے۔

اور پھر ایک اور مشابہت بدہ کی حضرت مسیح سے پائی جاتی ہے کہ بدہ ازم میں لکھا ہے کہ بدہ اُن ایام میں جو شیطان سے آزمایا گیا روزے رکھتا تھا اور اُس نے چالیس روزے رکھے۔ اور انجیل پڑھنے والے جانتے ہیں کہ حضرت مسیح نے بھی چالیس روزے رکھے تھے۔

اور جیساکہ ابھی میں نے بیان کیا ہے بدہ اور مسیح کی اخلاقی تعلیم میں اس قدر مشابہت اور مناسبت ہی کہ ہر ایک ایسا شخص تعجب کی نظر سے دیکھے گا جو دونوں تعلیموں پر اطلاع رکھتا ہوگا۔ مثلاً انجیلوں میں لکھا ہے کہ شر کا مقابلہ نکرو

✣ نوٹ۔ ہم اس سے انکار نہیں کرسکتے کہ بدہ مذہب میں قدیم سے ایک بڑا حصہ اخلاقی تعلیم کا موجود ہے مگر ساتھ اس کے ہم یہہ بھی کہتے ہیں کہ اس میں سے وہ حصہ جو بعینہٖ انجیل کی تعلیم اور انجیل کی مثالیں اور انجیل کی عبارتیں ہیں یہہ حصہ بلاشبہ اُس وقت بدہ مذہب کی کتابوں میں ملایا گیا ہے جبکہ حضرت مسیح اس ملک میں پہونچے۔ منہ

اور اپنے دشمنوں سے پیار کرو اور غربت سے زندگی بسر کرو اور تکبر اور جھوٹ اور لالچ سے پرہیز کرو یہی تعلیم بدہ کی ہے۔ بلکہ اس میں اس سے زیادہ شدّ و مدّ ہے یہانتک کہ ہر ایک جانور بلکہ کیڑوں مکوڑوں کے خون کو بھی گناہ میں داخل کیا ہے بدہ کی تعلیم میں بڑی بات یہہ بتلائی گئی ہے کہ تمام دنیا کی غمخواری اور ہمدردی کرو اور تمام انسانوں اور حیوانوں کی بہتری چاہو اور باہم اتفاق اور محبت پیدا کرو۔ اور یہی تعلیم انجیل کی ہے۔ اور پھر جیسا کہ حضرت مسیح نے مختلف ملکوں کی طرف اپنے شاگردوں کو روانہ کیا اور آپ بھی ایک ملک کی طرف سفر اختیار کیا۔ یہہ باتیں بدہ کے سوانح میں بھی پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ بدہ ازم مصنفۂ سر مونیر ولیم میں لکھا ہے کہ بدہ نے اپنے شاگردوں کو دنیا میں تبلیغ کے لئے بھیجا اور اُن کو اس طرح پر خطاب کیا "باہر جاؤ اور ہر طرف پھر نکلو اور دنیا کی غمخواری اور دیوتاؤں اور آدمیوں کی بہتری کے لئے ایک ایک ہو کر مختلف صورتوں میں نکل جاؤ اور یہ منادی کرو کہ کامل پرہیزگار بنو۔ پاک دل بنو۔ برہم چاری یعنے تنہا اور مجرد رہنے کی خصلت اختیار کرو۔" اور کہا کہ "میں بھی اس مسئلہ کی منادی کے لئے جاتا ہوں"۔ اور بدہ بنارس کی طرف گیا اور اس طرف اس نے بہت معجزات دکھلائے۔ اور اس نے ایک نہایت موثر وعظ ایک پہاڑی پر کیا جیسا کہ مسیح نے پہاڑی پر وعظ کیا تھا۔ اور پھر اُسی کتاب میں لکھا ہے کہ بدہ اکثر مثالوں میں وعظ کیا کرتا تھا اور ظاہری چیزوں کو لیکر روحانی امور کو اُن میں پیش کیا کرتا تھا۔

اب غور کرنا چاہیے کہ یہ اخلاقی تعلیم اور یہ طریق وعظ یعنے مثالوں میں بیان کرنا یہ تمام طرز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ جب ہم دوسرے قرائن کو اپنی نظر کے سامنے رکھکر اس طرز تعلیم اور اخلاقی تعلیم کو دیکھتے ہیں تو معاً ہمارے

دل میں گذرتا ہے کہ یہ سب باتیں حضرت مسیح کی تعلیم کی نقل ہیں جبکہ وہ اس ملک ہندوستان میں تشریف لائے اور جابجا انھوں نے وعظ بھی کئے تو اُن دنوں میں بُدہ مذہب والوں نے اُن سے ملاقات کرکے اور اُن کو صاحب برکات پاکر اپنی کتابوں میں یہ باتیں درج کرلیں بلکہ انکو بدہ قرار دیدیا۔ کیونکہ یہہ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ جہاں کہیں عمدہ بات پاتا ہے بہر طرح کوشش کرتا ہے کہ اس عمدہ بات کو لے لے یہانتک کہ اگر کسی مجلس میں کوئی عمدہ نکتہ کسی کے مونہہ سے نکلتا ہے تو دوسرا اُسکو یاد رکھتا ہے۔ تو پھر یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ بدہ مذہب والوں نے انجیلوں کا سارا نقشہ اپنی کتابوں میں کھینچ دیا ہے مثلاً یہانتک کہ جیسے مسیح نے چالیس روزے رکھے ویسے ہی بدہ نے بھی رکھے اور جیسا کہ مسیح شیطان سے آزمایا گیا ایسا ہی بدہ بھی آزمایا گیا اور جیسا کہ مسیح بے پدر تھا ویسا ہی بدہ بھی۔ اور جیسا کہ مسیح نے اخلاقی تعلیم بیانکی ویسا ہی بدہ نے بھی کی۔ اور جیسا کہ مسیح نے کہا کہ میں نور ہوں ویسا ہی بدہ نے بھی کہا۔ اور جیسا کہ مسیح نے اپنا نام استاد رکھا اور حواریوں کا نام شاگرد ایسا ہی بدہ نے رکھا۔ اور جیسا کہ انجیل متی باب ۱۰ آیت ۸ و ۹ میں ہے کہ سونا اور روپا اور تانبا اپنے پاس مت رکھو یہی حکم بدہ نے اپنے شاگردوں کو دیا۔ اور جیسا کہ انجیل میں مجرد رہنے کی ترغیب دیگئی ہے ایسا ہی بدہ کی تعلیم میں ترغیب ہی۔ اور جیسا کہ مسیح کو صلیب پر کھینچنے کے بعد زلزلہ آیا ایسا ہی لکھا ہے کہ بدہ کے مرنے کے بعد زلزلہ آیا۔ + پس اس تمام مطابقت کا اصل باعث یہی ہے کہ بدہ مذہب والوں کی خوش قسمتی سے مسیح ہندوستان میں آیا اور ایک زمانہ دراز تک بدہ مذہب والوں میں رہا اور اسکے سوانح اور اسکی پاک تعلیم پر انھوں نے خوب اطلاع پائی۔ لہذا یہ ضروری امر تھا کہ بہت سا حصہ اُس تعلیم اور رسوم کا ان میں جاری ہوجاتا کیونکہ اُنکی نگہ میں مسیح عزت کی نظر سے دیکھا گیا اور بدہ قرار دیا گیا۔ اسلئے اُن لوگوں نے اسکی باتوں کو اپنی کتابوں میں لکھا اور گوتم بدہ کی طرف

+ نوٹ۔ جیساکہ عیسائیوں میں عشاء ربانی ہے ایسا ہی بدہ مذہب والوں میں بھی ہے۔ منہ

منسوب کر دیا۔ بدہ کا بعینہٖ حضرت مسیح کی طرح مثالوں میں اپنے شاگردوں کو سمجھانا خاصکر وہ مثالیں جو انجیل میں آچکی ہیں نہایت حیرت انگیز واقعہ ہے۔ چنانچہ ایک مثال میں بدہ کہتا ہے کہ "جیسا کہ کسان بیج بوتا ہے اور وہ نہیں کہہ سکتا کہ دانہ آج پھولے گا اور کل نکلے گا ایسا ہی مرید کا حال ہوتا ہے یعنے وہ کچھ بھی رائے ظاہر نہیں کر سکتا کہ اس کا نشو و نما اچھا ہوگا یا اُس دانہ کی طرح ہوگا جو پتھریلی زمین میں ڈالا جائے اور خشک ہو جائے"۔ دیکھو بعینہٖ یہہ وہی مثال ہے جو انجیل میں ابتک موجود ہے۔ اور پھر بدہ ایک اور مثال دیتا ہے کہ ایک ہرنوں کا گلہ جنگل میں خوشحال ہوتا ہے تب ایک آدمی آتا ہے اور فریب سے وہ راہ کھولتا ہے جو اُنکی موت کا راہ ہے یعنے کوشش کرتا ہے کہ ایسی راہ چلیں جس سے آخر پھنس جائیں اور موت کا شکار ہو جائیں۔ اور دوسرا آدمی آتا ہے اور وہ اچھا راہ کھولتا ہے یعنے وہ کھیت بوتا ہے تا اُسمیں سے کھائیں وہ نہر لاتا ہے تا اسمیں سے پیویں اور خوشحال ہو جائیں ایسا ہی آدمیوں کا حال ہے وہ خوشحالی میں ہوتے ہیں شیطان آتا ہے اور بدی کی آٹھ راہیں اُنپر کھول دیتا ہے تا ہلاک ہوں۔ تب کامل انسان آتا ہے اور حق اور یقین اور سلامتی کی بھری ہوئی آٹھ راہیں اُنپر کھولدیتا ہے تا وہ بچ جائیں"۔ بدہ کی تعلیم میں یہہ بھی ہے کہ پرہیزگاری وہ محفوظ خزانہ ہے جسکو کوئی چور انہیں سکتا وہ ایسا خزانہ ہے کہ موت کے بعد بھی انسان کے ساتھ جاتا ہے۔ وہ ایسا خزانہ ہے جس کے سرمایہ سے تمام علوم اور تمام کمال پیدا ہوتے ہیں۔

اب دیکھو کہ بعینہٖ یہہ انجیل کی تعلیم ہے اور یہہ باتیں بدہ مذہب کی اُن پرانی کتابوں میں پائی جاتی ہیں جن کا زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ سے کچھہ زیادہ نہیں ہے بلکہ وہی زمانہ ہے۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۵ میں ہے کہ بدہ کہتا ہے کہ میں ایسا ہوں کہ کوئی مجھپر داغ نہیں لگا سکتا۔ یہ فقرہ بھی حضرت مسیح کے قول سے

مشابہ ہے۔ اور بدہ ازم کی کتاب کے صفحہ ۴۵ میں لکھا ہے کہ بدہ کی اخلاقی تعلیم اور عیسائیوں کی اخلاقی تعلیم میں بڑی بھاری مشابہت ہے"۔ میں اس کو مانتا ہوں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ وہ دونوں ہمیں بتاتی ہیں کہ دنیا سے محبت نکرو۔ روپیہ سے محبت نکرو۔ دشمنوں سے دشمنی مت کرو۔ برے اور ناپاک کام مت کرو۔ بدی پر نیکی کے ذریعہ سے غالب آؤ۔ اور دوسروں سے وہ سلوک کرو جو تم چاہتے ہو کہ وے تم سے کریں۔ یہ اس قدر انجیلی تعلیم اور بدہ کی تعلیم میں مشابہت ہے کہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

بدہ مذہب کی کتابوں سے یہہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ گوتم بدہ نے ایک اور آنے والے بدہ کی نسبت پیشگوئی کی تھی جس کا نام **متیا** بیان کیا تھا۔ یہہ پیشگوئی بدہ کی کتاب لگاوتی سُتتا میں ہے جس کا حوالہ کتاب اولڈن برگ صفحہ ۱۴۲ میں دیا گیا ہے۔ اس پیشگوئی کی عبارت یہہ ہے کہ "متیا لاکھوں مریدوں کا پیشوا ہوگا جیسا کہ میں اب سینکڑوں کا ہوں"۔ اس جگہ یاد رہے کہ جو لفظ عبرانی میں مشیحا ہے وہی پالی زبان میں متیا کرکے بولا گیا ہے۔ یہہ تو ایک معمولی بات ہے کہ جب ایک زبان کا لفظ دوسری زبان میں آتا ہے تو اسمیں کچھ تغیر ہو جاتا ہے چنانچہ انگریزی لفظ بھی دوسری زبانیں اگر تغیر پاجاتا ہے جیسا کہ نظیر کے طور میکسمولر صاحب ایک فہرست میں جو کتاب سیکرڈ آف دی ایسٹ جلد ۱۱ کیساتھ شامل کیگئی ہے صفحہ ۳۱۸ میں لکھتا ہے کہ ٹی ایچ انگریزی زبان کا جو تھ کی آواز رکھتا ہے فارسی اور عربی زبانوں میں ث ہو جاتا ہے یعنے پڑھنے میں ث یا س کی آواز دیتا ہے۔ سو ان تغیرات پر نظر رکھکر ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ مسیحا کا لفظ پالی زبان میں آکر متیا بن گیا۔ یعنے وہ آنے والا متیا جس کی بدہ نے پیشگوئی کی تھی وہ درحقیقت مسیح ہے اور کوئی نہیں اس بات پر بڑا پختہ قرینہ یہہ ہے کہ بدہ نے یہ پیشگوئی بھی کی تھی کہ جس مذہب کی اُس نے بنیاد رکھی ہے وہ زمین پر پانچ سو برس سے زیادہ قائم

نہیں رہے گا۔ اور جس وقت اُن تعلیموں اور اصولوں کا زوال ہوگا۔ تب متیا
اس ملک میں آکر دوبارہ اُن اخلاقی تعلیموں کو دنیا میں قائم کرے گا۔ اب ہم دیکھتے
ہیں کہ حضرت مسیح پانسو برس بعد بدہ کے ہوئے ہیں اور جیسا کہ بدہ نے اپنے مذہب
کے زوال کی مدت مقرر کی تھی۔ ایسا ہی اسوقت بدہ کا مذہب زوال کیحالت
میں تھا۔ تب حضرت مسیح نے صلیب کے واقعہ سے نجات پاکر اُس ملک کیطرف
سفر کیا اور بدہ مذہب والے اُنکو شناخت کرکے بڑی تعظیم سے پیش آئے۔ اور
اس میں کوئی بھی شک نہیں کرسکتا کہ وہ اخلاقی تعلیمیں اور وہ روحانی طریقے جو
بدہ نے قائم کئے تھے حضرت مسیح کی تعلیم نے دوبارہ دنیا میں اُن کو جنم دیا ہے۔
عیسائی مورخ اس بات کو مانتے ہیں کہ انجیل کی پہاڑی تعلیم اور دوسرے حصوں کی
تعلیم جو اخلاقی امور پر مبنی ہے یہ تمام تعلیم وہی ہے جس کو گوتم بدہ حضرت مسیح سے
پانسو برس پہلے دنیا میں رائج کرچکا تھا وہ یہہ بھی کہتے ہیں کہ بدہ صرف اخلاقی تعلیموں کا
سکھلانے والا نہیں تھا بلکہ وہ اور بھی بڑی بڑی سچائیوں کا سکھلانے والا تھا اور
انکی رائے میں بدہ کا نام جو ایشیاء کا نور رکھا گیا وہ عین مناسب ہے۔ اب
..... بدہ کی پیشگوئی کے موافق حضرت مسیح پانسو برس کے بعد ظاہر ہوئے اور جس
اقرار اکثر علماء عیسائیوں کے اُنکی اخلاقی تعلیم بعینہ بدہ کی تعلیم تھی تو اس میں کچھ
شک نہیں ہوسکتا کہ وہ بدہ کے رنگ پر ظہور فرما ہوئے تھے۔ اور کتاب اولڈن
برگ میں بحوالہ بدہ کی کتاب لکاوتی سوتا کے لکھا ہے کہ بدہ کے معتقد آیندہ زمانہ
کی امید پر ہمیشہ اپنے تئیں تسلی دیتے تھے کہ وہ متیا کے شاگرد بنکر نجات کی خوشحالی
حاصل کریں گے یعنے اُنکو یقین تھا کہ متیا اُن میں آئے گا اور وہ اس کے ذریعہ سے
نجات پائیں گے۔ کیونکہ جن لفظوں میں بدہ نے اُنکو متیا کی امید دی تھی وہ لفظ صریح

دلالت کرتے تھے کہ اس کے شاگرد متیا کو پائیں گے۔ اب کتاب مذکور کے اس بیان سے بخوبی یہ بات دلی یقین کو پیدا کرتی ہے کہ خدا نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے دونوں طرف سے اسباب پیدا کر دیئے تھے یعنے ایک طرف تو حضرت مسیح بوجہ اپنے اُس نام کے جو پیدایش باب ۳ آیت ۱۰ سے سمجھا جاتا ہے یعنے آسف جس کا ترجمہ ہے جماعت کو اکٹھا کرنے والا یہ ضروری تھا کہ اُس ملک کی طرف آتے جس میں یہودی آکر آباد ہوئے تھے۔ اور دوسری طرف یہ بھی ضروری تھا کہ حسب منشاء بدہ کی پیشگوئی کے بدہ کے معتقد آپ کو دیکھتے اور آپ سے فیض اٹھاتے۔ سو ان دونوں باتوں کو یکجائی نظر کے ساتھ دیکھنے سے یقیناً سمجھ میں آتا ہے کہ ضرور حضرت مسیح علیہ السلام تبت کی طرف تشریف لیگئے تھے اور خود جسقدر تبت کے بدہ مذہب میں عیسائی تعلیم اور رسوم دخل کر گئے ہیں اسقدر گہرا دخل اس بات کو چاہتا ہے کہ حضرت مسیح اُن لوگوں کو ملے ہوں اور بدہ مذہب کے سرگرم مریدوں کا اُن کی ملاقات کے لئے ہمیشہ منتظر ہونا جیسا کہ بدہ کی کتابوں میں ابتک لکھا ہوا موجود ہے بلند آواز سے پکار رہا ہے کہ یہ انتظار شدید حضرت مسیح کے اُنکے اس ملک میں آنے کے لئے پیش خیمہ تھا۔ اور دونوں امور متذکرہ بالا کے بعد کسی منصف مزاج کو اس بات کی حاجت نہیں رہتی کہ وہ بدہ مذہب کی ایسی کتابوں کو تلاش کرے جنمیں لکھا ہوا ہو کہ حضرت مسیح تبت کے ملک میں آئے تھے۔ کیونکہ جبکہ بدہ کی پیشگوئی کے مطابق آنے کی انتظار شدید تھی تو وہ پیشگوئی اپنی کشش سے حضرت مسیح کو ضرور تبت کی طرف کھینچ لائی ہوگی۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ متیا کا نام جو بدہ کی کتابوں میں جابجا مذکور ہے بلاشبہ وہ مسیحا ہے۔ کتاب تبت تاتار مگولیا بائی ایچ ٹی پرنسپ کے صفحہ ۱۴۔ میں متیا بدہ کی نسبت جو دراصل مسیحا ہے یہ لکھا ہے کہ جو حالات ان پہلے مشنریوں (عیسائی واعظوں) نے تبت میں جاکر

اپنی آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے سُنے اُن حالات پر غور کرنے سے وہ اس نتیجہ تک پہونچ گئے کہ لاموں کی قدیم کتب میں عیسائی مذہب کے آثار موجود ہیں اور پھر اُسی صفحہ میں لکھا ہے کہ اس میں کچھہ شک نہیں کہ وہ متقدمین یہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت مسیح کے حواری ابھی زندہ ہی تھے کہ جبکہ عیسائی دین کی تبلیغ اس جگہ پہونچ گئی تھی۔ اور پھر اسی صفحہ میں لکھا ہے کہ اس میں کچھہ شک نہیں کہ اُسوقت عام انتظار ایک بڑے منجی کے پیدا ہونے کی لگ رہی تھی جس کا ذکر ٹے سے ٹس نے اس طرح پر کیا ہے کہ اس انتظار کا مدار نہ صرف یہودی تھے بلکہ خود بدہ مذہب نے ہی اس انتظار کی بنیاد ڈالی تھی یعنے اُس ملک میں متیا کے آنے کی پیشگوئی کی تھی۔ اور پھر اس کتاب انگریزی پر مصنف نے ایک نوٹ لکھا ہے اسکی یہہ عبارت ہی۔ کتاب پتاکتیان اور اتھا کتھا میں ایک اور بدہ کے نزول کی پیشگوئی بڑی واضح طور پر درج ہے جس کا ظہور گوتم یا ساکھی مُنی سے ایک ہزار سال بعد لکھا گیا ہے۔ گوتما بیان کرتا ہے کہ میں پچیسواں بدہ ہوں۔ اور بگوا متیا نے ابھی آنا ہے یعنے میرے بعد اس ملک میں وہ آئے گا جس کا نام متیا ہوگا اور وہ سفید رنگ ہوگا۔ پھر آگے وہ انگریز مصنف لکھتا ہے کہ متیا کے نام کو مسیحا سے حیرت انگیز مشابہت ہے۔ غرض اس پیشگوئی میں گوتم بدہ نے صاف طور پر اقرار کر دیا ہے کہ اُس کے ملک میں اور اسکی قوم میں اور اسپر ایمان لانے والوں میں مسیحا آنے والا ہی یہی وجہ تھی کہ اُس کے مذہب کے لوگ ہمیشہ اس انتظار میں تھے کہ انکے ملک میں مسیحا آئے گا۔ اور بدہ نے اپنی پیشگوئی میں اُس آنے والے بدہ کا نام بگوا متیا اس لیئے رکھا کہ بگوا سنسکرت زبان میں سفید کو کہتے ہیں۔ اور حضرت مسیح چونکہ بلاد شام کے رہنے والے تھے اس لیئے وہ بگوا یعنے سفید رنگ تھے۔ جس ملک میں یہ پیشگوئی کی گئی تھی یعنے مگدھ کا ملک جہاں راجہ گریہا واقع تھا اس ملک کے لوگ

سیاہ رنگ تھے اور گوتم بدہ خود سیاہ رنگ تھا اس لئے بدہ نے آنے والے
بدہ کی قطعی علامت ظاہر کرنے کے لئے دو باتیں اپنے مریدوں کو بتلائی تھیں۔
ایک یہہ کہ وہ بگوا ہوگا دوسرے یہ کہ وہ متیا ہوگا یعنے سیر کرنے والا ہوگا
اور باہر سے آئے گا۔ سو ہمیشہ وہ لوگ انہی علامتوں کے منتظر تھے جبتک کہ انھوں
نے حضرت مسیح کو دیکھ لیا۔ یہ عقیدہ ضروری طور پر ہر ایک بدہ مذہب والے کا
ہونا چاہیے کہ بدہ سے پانسو برس بعد بگوا متیا اُن کے ملک میں ظاہر ہوا تھا۔ سو
اس عقیدہ کی تائید میں کچھ تعجب نہیں ہے کہ بدہ مذہب کی بعض کتابوں میں متیا یعنے
مسیحا کا ان کے ملک میں آنا اور اس طرح پر پیشگوئی کا پورا ہو جانا لکھا ہوا ہو۔ اور اگر
یہ فرض بھی کرلیں کہ لکھا ہوا نہیں ہے تب بھی جبکہ بدہ نے خدا تعالے سے الہام
پاکر اپنے شاگردوں کو یہ امید دی تھی کہ بگوا متیا ان کے ملک میں آئے گا اس بنا پر
کوئی بدہ مت والا جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہو اس واقعہ سے انکار نہیں کرسکتا
کہ وہ بگوا متیا جس کا دوسرا نام مسیحا ہے اس ملک میں آیا تھا کیونکہ پیشگوئی کا باطل ہونا
مذہب کو باطل کرتا ہے۔ اور ایسی پیشگوئی جس کی میعاد بھی مقرر تھی اور گوتم بدہ نے
بار بار اس پیشگوئی کو اپنے مریدوں کے پاس بیان کیا تھا۔ اگر وہ اپنے وقت پر
پوری نہ ہوتی تو بدہ کی جماعت گوتم بدہ کی سچائی کی نسبت شبہ میں پڑ جاتی اور کتابوں
میں یہ بات لکھی جاتی کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے
پر ہمیں ایک اور دلیل یہ ملتی ہے کہ تبت میں ساتویں صدی عیسوی کی وہ کتابیں
دستیاب ہوئی ہیں جنمیں مشیح کا لفظ موجود ہے یعنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام
لکھا ہے اور اس لفظ کو مِی شِی ہُو کرکے ادا کیا ہے اور وہ فہرست جس میں مِی شی ہو
پایا گیا ہے اس کا مرتب کرنے والا ایک بدہ مذہب کا آدمی ہے۔ دیکھو کتاب
اِے ریکارڈ آف دی بُدھسٹ ریلیجن مصنفہ آئی سنگ مترجم جی ٹکاکوسو۔ اور جی ٹکاکوسو

✣ ایک ہزار و پانچہزار سال والی میعادیں غلط ہیں۔ منہ

ایک جاپانی شخص ہے جس نے آئی سنگ کی کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ اور آئی سنگ ایک چینی سیاح ہے جسکی کتاب کے حاشیہ پر ضمیمہ میں ٹاکوسو نے تحریر کیا ہے کہ ایک قدیم تالیف میں مذکور ہے (مسیح) کا نام درج ہے اور یہ تالیف قریباً ساتویں صدی کی ہے ..... اور پھر اس کا ترجمہ حال میں ہی کلیرنڈن پریس آکسفورڈ میں جے ٹاکوسو نام ایک جاپانی نے کیا۔ غرض اس کتاب میں مشیح کا لفظ موجود ہے جس سے ہم بہ یقین سمجھ سکتے ہیں کہ یہ لفظ بدہ مذہب والوں کے پاس باہر سے نہیں آیا بلکہ بدہ کی پیشگوئی سے یہ لفظ لیا گیا ہے جسکو کبھی انھوں نے مشیح کر کے لکھا اور کبھی بگوا تیا کر کے۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو بدہ مذہب کی کتابوں سے ہمکو ملی ہیں ایک یہہ ہے کہ بدہ ایزم مصنفہ سر مونیر ولیم صفحہ ۴۵ میں لکھا ہے کہ چھٹا مُرید بُدّہ کا ایک شخص تھا جس کا نام یسا تھا۔ یہ لفظ یسوع کے لفظ کا مخفف معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت مسیح علیہ السّلام بدہ کی وفات سے پانچسو برس گذرنے کے بعد یعنے چھٹی صدی میں پیدا ہوئے تھے اس لئے چھٹا مرید کہلائے۔ یاد رہے کہ پروفیسر میکسمولر اپنے رسالہ نائن ٹینتھ سنچری اکتوبر ۱۸۹۴ء صفحہ ۵۱۷ میں گذشتہ بالا مضمون کی ان الفاظ سے تائید کرتے ہیں کہ یہ خیال کئی دفعہ ہر دل عزیز مصنفوں نے پیش کیا ہے کہ مسیح پر بُدّہ مذہب کے اصولوں نے اثر ڈالا تھا اور پھر لکھتے ہیں کہ آجتک اس دِقّت کے حل کرنے کے لئے کوشش ہو رہی ہے کہ کوئی ایسا سچا تاریخی راستہ معلوم ہو جائے جسکے ذریعہ سے بدہ مذہب مسیح کے زمانہ میں فلسطین میں پہونچ سکا ہو"۔ اب اس عبارت سے بدہ مذہب کی اُن کتابوں کی تصدیق ہوتی ہے جن میں لکھا ہے کہ یسا بدہ کا مرید تھا۔ کیونکہ جبکہ ایسے بڑے درجہ کے عیسائیوں نے جیسا کہ پروفیسر میکسمولر ہیں اس بات کو مان لیا ہے کہ حضرت مسیح کے دل پر بدہ مذہب کے اصولوں کا ضرور اثر پڑا تھا تو دوسرے لفظوں میں اسی کا نام مرید ہونا ہے۔ مگر ہم ایسے الفاظ کو حضرت مسیح

† دیکھو صفحہ ۱۶۹ و ۲۲۳ کتاب ہذا۔ منہ

علیہ السلام کی شان میں ایک گستاخی اور ترک ادب خیال کرتے ہیں۔ اور بدہ مذہب کی کتابوں میں جو یہ لکھا گیا کہ یسوع بدہ کا مرید یا شاگرد تھا تو یہہ تحریر اس قوم کے علماء کی ایک پُرانی عادت کیموافق ہے کہ وہ پیچھے آنے والے صاحب کمال کو گذشتہ صاحب کمال کا مرید خیال کر لیتے ہیں۔ علاوہ اس کے جبکہ حضرت مسیح کی تعلیم اور بدہ کی تعلیم میں نہایت شدید مشابہت ہے جیسا کہ بیان ہو چکا تو پھر اس لحاظ سے کہ بدہ حضرت مسیح سے پہلے گذر چکا ہے بدہ اور حضرت مسیح میں پیری اور مریدی کا ربط دینا بیجا خیال نہیں ہے گو طریق ادب سے دور ہے۔ لیکن ہم یورپ کے محققوں کی اس طرز تحقیق کو ہرگز پسند نہیں کر سکتے کہ وہ اس بات کی تفتیش میں ہیں کہ کسی طرح یہ پتہ لگجائے کہ بدہ مذہب مسیح کے زمانہ میں فلسطین میں پہونچ گیا تھا۔ مجھے افسوس آتا ہے کہ جس حالت میں بدہ مذہب کی پُرانی کتابوں میں حضرت مسیح کا نام اور ذکر موجود ہے تو کیوں یہ محقق ایسی ٹیڑھی راہ اختیار کرتے ہیں کہ فلسطین میں بدہ مذہب کا نشان ڈھونڈتے ہیں اور کیوں وہ حضرت مسیح کے قدم مبارک کو نیپال اور تبت اور کشمیر کے پہاڑوں میں تلاش نہیں کرتے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ اتنی بڑی سچائی کو ہزاروں تاریک پردوں میں سے پیدا کرنا اُن کا کام نہیں تھا بلکہ یہ اُس خدا کا کام تھا جس نے آسمان سے دیکھا کہ مخلوق پرستی حد سے زیادہ زمین پر پھیل گئی اور صلیب پرستی اور انسان کے ایک فرضی خون کی پرستش نے کروڑہا دلوں کو سچے خدا سے دور کر دیا۔ تب اسکی غیرت نے اُن عقائد کے توڑنے کے لئے جو صلیب پر مبنی تھے ایک کو اپنے بندوں میں سے دنیا میں مسیح ناصری کے نام پر بھیجا۔ اور وہ جیسا کہ قدیم سے وعدہ تھا مسیح موعود ہو کر ظاہر ہوا۔ تب کسر صلیب کا وقت آگیا یعنے وہ وقت کہ صلیبی عقائد کی غلطی کو ایسی صفائی سے ظاہر کر دینا جیسا کہ ایک لکڑی کو دو ٹکڑے کر دیا جائے۔ سو اب آسمان نے کسر صلیب کی ساری راہ کھولدی تا وہ شخص جو سچائی کا طالب ہے اب

اٹھے اور تلاش کرے۔ مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان پر جانا گو ایک غلطی تھی تب بھی اسمیں ایک راز تھا اور وہ یہ کہ جو مسیحی سولنخ کی حقیقت گم ہو گئی تھی اور ایسی نابود ہو گئی تھی جیسا کہ قبر میں مٹی ایک جسم کو کھا لیتی ہے وہ حقیقت آسمان پر ایک وجود رکھتی تھی اور ایک مجسم انسان کیطرح آسمان میں موجود تھی اور ضرور تھا کہ آخری زمانہ میں وہ حقیقت پھر نازل ہو۔ سو وہ حقیقت مسیحیہ ایک مجسم انسان کیطرح اب نازل ہوئی اور اس نے صلیب کو توڑا اور دروغگوئی اور ناحق پرستی کی بُری خصلتیں جنکو ہمارے پاک نبی نے صلیب کی حدیث میں خنزیر سے تشبیہہ دی ہے صلیب کے ٹوٹنے کے ساتھ ہی ایسی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں جیسا کہ ایک خنزیر تلوار سے کاٹا جاتا ہے۔ اس حدیث کے یہ معنے صحیح نہیں ہیں کہ مسیح موعود کافروں کو قتل کرے گا اور صلیبوں کو توڑے گا بلکہ صلیب توڑنے سے مراد یہ ہے کہ اس زمانہ میں آسمان اور زمین کا خدا ایک ایسی پوشیدہ حقیقت ظاہر کردیگا کہ جس سے تمام صلیبی عمارت یکدفعہ ٹوٹ جائے گی۔ اور خنزیروں کے قتل کرنے سے نہ انسان مراد ہیں نہ خنزیر بلکہ خنزیروں کی عادتیں مراد ہیں یعنے جھوٹ پر ضد کرنا اور بار بار اُسکو پیش کرنا جو ایک قسم کی نجاست خوری ہے پس جس طرح مرا ہوا خنزیر نجاست نہیں کھا سکتا اسی طرح وہ زمانہ آتا ہے بلکہ آگیا کہ بُری خصلتیں اس قسم کی نجاست خوری سے روکی جائیں گی۔ اسلام کے علماء نے اس نبوی پیشگوئی کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے اور اصل معنے صلیب توڑنے اور خنزیر قتل کرنے کے یہی ہیں جو ہم نے بیان کر دیئے ہیں۔ یہہ بھی تو لکھا ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور آسمان سے ایسی روشن سچائیاں ظاہر ہو جائیں گی کہ حق اور باطل میں ایک روشن تمیز دکھلا دینگی۔ پس یہ خیال مت کرو کہ میں تلوار چلانے آیا ہوں۔ نہیں بلکہ تمام تلواروں کو میان میں کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ دنیا نے بہت کچھ اندھیرے میں کشتی کی۔ بہتوں نے اپنے سچے خیر خواہوں پر حربے چلائے اور اپنے

دردمند دوستوں کے دلوں کو دُکھایا اور عزیزوں کو زخمی کیا۔ مگر اب اندھیرا نہیں رہے گا۔ رات گذری دن چڑھا۔ اور مبارک وہ جواب محروم نہ رہے۔ ۱۱

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو بُدہ مذہب کی کتابوں سے ہم کو ملی ہیں وہ شہادت ہے جو کتاب بدہ ایزم مصنفہ اولڈن برگ صفحہ ۴۱۹ میں درج ہے۔ اس کتاب میں بحوالہ کتاب مہاوا گا صفحہ ۵۴ فصل نمبر ۱ کے لکھا ہے کہ بدّہ کا ایک جانشین راحولتا نام بھی گذرا ہے کہ جو اس کا جان نثار شاگرد بلکہ بیٹا تھا۔ اب اس جگہ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ یہ راحولتا جو بدہ مذہب کی کتابوں میں آیا ہے یہ روح اللہ کے نام کا بگاڑا ہوا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام ہے۔ اور یہ قصہ کہ یہ راحولتا بدہ کا بیٹا تھا جسکو وہ شیر خوارگی کی حالت میں چھوڑ کر پردیس میں چلا گیا تھا اور نیز اپنی بیوی کو سوتی ہوئی چھوڑ کر بغیر اُسکی اطلاع اور ملاقات کے ہمیشہ کی جدائی کی نیت سے کسی اور ملک میں بھاگ گیا تھا یہ قصہ بالکل بیہودہ اور لغو اور بدہ کی شان کے برخلاف معلوم ہوتا ہے۔ ایسا سخت دل اور ظالم طبع انسان جس نے اپنی عاجز عورت پر کچھ رحم نکیا اور اسکو سوتے ہوئے چھوڑ کر بغیر اس کے کہ اسکو کسی قسم کی تسلی دیتا یونہی چوروں کیطرح بھاگ گیا اور زوجیت کے حقوق کو قطعاً فراموش کر دیا نہ اُسے طلاق دی اور نہ اُس سے اس قدر ناپیدا کنار سفر کی اجازت لی اور یکدفعہ غائب ہو جانے سے اسکے دل کو سخت صدمہ پہونچایا اور سخت ایذا دی اور پھر ایک خط بھی اسکی طرف روانہ نکیا یہانتک کہ بیٹا جوان ہو گیا اور نہ بیٹے کے ایام شیر خوارگی پر رحم کیا ایسا شخص کبھی راستباز نہیں ہو سکتا جس نے اپنی اس اخلاقی تعلیم کا بھی کچھ پاس نکیا جسکو وہ اپنے شاگردوں کو سکھلاتا تھا۔ ہمارا کانشنس اسکو ایسا ہی قبول نہیں کر سکتا جیسا کہ انجیلوں کے اس قصہ کو کہ مسیح نے ایک مرتبہ ماں کے آنے اور اس کے بلانے کی کچھ بھی پرواہ نہیں کی تھی بلکہ ایسے الفاظ مونہہ پر لایا تھا جس میں ماں کی بے عزتی تھی۔ پس اگرچہ بیوی اور ماں کی

دل شکنی کرنے کے دونوں قصے بھی باہم ایک گونہ مشابہت رکھتے ہیں لیکن ہم ایسے قصے جو عام اخلاقی حالت سے بھی گرے ہوئے ہیں نہ مسیح کی طرف منسوب کر سکتے ہیں اور نہ گوتم بدہ کی طرف۔ اگر بدہ کو اپنی عورت سے محبت نہیں تھی تو کیا اس عاجز عورت اور شیر خوار بچہ پر رحم بھی نہیں تھا۔ یہ ایسی بد اخلاقی ہے کہ صدہا برس کے گذشتہ رفتہ قصے کو سنکر اب ہمیں درد پہونچ رہا ہے کہ کیوں اس نے ایسا کیا۔ انسان کی بدی کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنی عورت کی ہمدردی سے لاپرواہو بجز اس صورت کے کہ وہ عورت نیک چلن اور تابع حکم نہ رہے اور یا بیدین اور بدخواہ اور دشمن جان ہو جائے۔ سو ہم ایسی گندی کارروائی بدہ کی طرف منسوب نہیں کر سکتے جو خود اسکی نصیحتوں کے بھی برخلاف ہے لہذا اس قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ قصہ غلط ہے۔ اور درحقیقت راحولتا سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں جن کا نام روح اللہ ہے اور روح اللہ کا لفظ عبرانی زبان میں راحولتا سے بہت مشابہ ہو جاتا ہے اور راحولتا یعنے روح اللہ کو بدہ کا شاگرد اسی وجہ سے قرار دیا گیا ہے جس کا ذکر ابھی ہم کر چکے ہیں۔ یعنے مسیح جو بعد میں آکر بدہ کے مشابہ تعلیم لایا اس لئے بدہ مذہب کے لوگوں نے اس تعلیم کا اصل منبع بدہ کو قرار دیکر مسیح کو اس کا شاگرد قرار دیدیا اور کچھ تعجب نہیں کہ بدہ نے خدا تعالےٰ سے الہام پاکر حضرت مسیح کو اپنا بیٹا بھی قرار دیا ہو اور ایک بڑا قرینہ اس جگہ یہ ہے کہ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ جب راحولتا کو اسکی والدہ سے علیحدہ کیا گیا تو ایک عورت جو بدہ کی مرید تھی جس کا نام مگدالیانا تھا اس کام کے لئے درمیان میں ایلچی بنی تھی۔ اب دیکھو مگدالیانا کا نام درحقیقت مگدلینی سے بگاڑا ہوا ہے۔ اور مگدلینی ایک عورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مرید تھی جس کا ذکر انجیل میں موجود ہے۔

یہہ تمام شہادتیں جن کو ہم نے مجملاً لکھا ہے ہر ایک منصف کو اس نتیجہ تک پہونچاتی ہیں کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ملک میں تشریف لائے تھے اور

قطع نظر ان تمام روشن شہادتوں کے بدہ مذہب اور عیسائی مذہب میں تعلیم اور رسوم کے لحاظ سے جس قدر باہمی تعلقات ہیں بالخصوص تبت کے حصہ میں یہہ امر ایسا نہیں ہے کہ ایک دانشمند سہل انگاری سے اسکو دیکھے۔ بلکہ یہ مشابہت یہانتک حیرت انگیز ہے کہ اکثر محقق عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ بدہ مذہب مشرق کا عیسائی مذہب ہے اور عیسائی مذہب کو مغرب کا بدہ مذہب کہہ سکتے ہیں۔ دیکھو کس قدر عجیب بات ہے کہ جیسے مسیح نے کہا کہ میں نور ہوں میں راہ ہدایت ہوں یہی بدہ نے بھی کہا ہے اور انجیلوں میں مسیح کا نام نجات دہندہ ہے بدہ نے بھی اپنا نام منجی ظاہر کیا ہے۔ دیکھو للتاوستر اور انجیل میں مسیح کی پیدائش بغیر باپ کے بیان کی گئی ہے ایسا ہی بدہ کے سوانح میں ہے کہ دراصل وہ بغیر باپ کے پیدا ہوا تھا گو بظاہر حضرت مسیح کے باپ یوسف کی طرح اس کا بھی باپ تھا۔ یہہ بھی لکھا ہے کہ بدہ کی پیدائش کے وقت ایک ستارہ نکلا تھا۔ اور سلیمان کا قصہ جو اس نے حکم دیا تھا کہ اس بچے کو آدھا آدھا کر کے ان دونوں عورتوں کو دو کہ لے لیں۔ یہہ قصہ بدہ کی جاتکا میں بھی پایا جاتا ہے اس سے سمجھ آتا ہے کہ علاوہ اس کے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس ملک میں تشریف لائے اس ملک کے یہود جو اس ملک میں آگئے تھے اُنکے تعلقات بھی بدہ مذہب سے ہو گئے تھے اور بدہ مذہب کی کتابوں میں جو طریق پیدائش دنیا لکھا ہے وہ بھی توریت کے بیان سے بہت ملتا ہے اور جیسا کہ توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کو عورتوں پر ایک درجہ فوقیت ہے ایسا ہی بدہ مذہب کے رو سے ایک جوگی مرد ایک جوگی عورت سے درجہ میں زیادہ سمجھا جاتا ہے۔ ہاں بدہ تناسخ کا قائل ہے مگر اس کا تناسخ انجیل کی تعلیم سے مخالف نہیں ہے۔ اس کے نزدیک تناسخ تین قسم پر ہے۔ (۱) اول یہ کہ ایک مرنے والے شخص کی عقد ہمت اور اعمال کا نتیجہ تقاضا کرتا ہے کہ ایک اور جسم پیدا ہو (۲) دوسری وہ قسم جسکو تبت والوں نے اپنے لاموں میں مانا ہے۔ یعنے یہ کہ کسی

بدہ یا بدہ ستوا کی روح کا کوئی حصہ موجودہ لاموں میں حلول کر آتا ہے یعنے اس کی قوت اور طبیعت اور روحانی خاصیت موجودہ لامہ میں آجاتی ہے اور اسکی روح اس میں اثر کرنے لگتی ہے۔ (۳) تیسری قسم تناسخ کی یہ ہے کہ اسی زندگی میں طرح طرح کی پیدایشوں میں انسان گذرتا چلا جاتا ہے۔ یہانتک کہ درحقیقت اپنے ذاتی خواص کے لحاظ سے انسان بنجاتا ہے۔ ایک زمانہ انسان پر وہ آتا ہے کہ گویا وہ بیل ہوتا ہے اور پھر زیادہ حرص اور کچھ شرارت بڑھتی ہے تو کتا بنجاتا ہے اور ایک ہستی پر موت آتی ہے اور دوسری ہستی پہلی ہستی کے اعمال کے موافق پیدا ہو جاتی ہی لیکن یہ سب تغیرات اسی زندگی میں ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ عقیدہ بھی انجیل کی تعلیم کے مخالف نہیں ہے۔

اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ بدہ شیطان کا بھی قائل ہے۔ ایسا ہی دوزخ اور بہشت اور ملائک اور قیامت کو بھی مانتا ہے اور یہ الزام جو بدہ خدا کا منکر ہے یہ محض افترا ہے۔ بلکہ بدہ ویدانت کا منکر ہے اور اُن جسمانی خداؤں کا منکر ہے جو ہندو مذہب میں بنائے گئے تھے۔ ہاں وہ وید پر بہت نکتہ چینی کرتا ہے اور موجودہ وید کو صحیح نہیں مانتا اور اس کو ایک بگڑی ہوئی اور محرف اور مبدل کتاب خیال کرتا ہے اور جس زمانہ میں وہ ہندو اور وید کا تابع تھا اس زمانہ کی پیدایش کو ایک بری پیدایش قرار دیتا ہے۔ چنانچہ وہ اشارات کے طور پر کہتا ہے کہ میں ایک مدت تک بیل بھی رہا اور ایک زمانہ تک ہاتھی اور پھر میں ہرن بھی بنا اور کتا بھی اور چار دفعہ میں سانپ بنا۔ اور پھر چڑیا بھی بنا اور مینڈک بھی بنا اور دو دفعہ مچھلی بنا اور دس دفعہ شیر بنا اور چار دفعہ مرغا بنا اور دو دفعہ میں سور بنا اور ایک دفعہ خرگوش بنا اور خرگوش بننے کے زمانہ میں بندروں اور گیدڑوں اور پانی کے کتوں کو تعلیم دیا کرتا تھا۔ اور پھر کہتا ہے کہ ایک دفعہ میں بھوت بنا اور ایک دفعہ عورت بنا اور ایک دفعہ ناچنے والا

شیطان بنا۔ یہ تمام اشارات اس اپنی تمام زندگی کی طرف کرتا ہے جو بزدلی اور زنانہ خصلت اور ناپاکی اور درندگی اور وحشیانہ حالت اور عیاشی اور شکم پرستی اور توہمات سے بھری ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ اس زمانہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جبکہ وہ وید کا پیرو تھا کیونکہ وہ وید کے ترک کرنے کے بعد کبھی اس بات کی طرف اشارہ نہیں کرتا کہ پھر بھی کوئی حصہ گندی زندگی کا اس کے اندر رہا تھا بلکہ اس کے بعد اس نے بڑے بڑے دعوے کئے اور کہا کہ وہ خدا کا مظہر ہو گیا اور نروان کو پا گیا۔ بدہ نے یہ بھی کہا ہے کہ جب انسان دوزخ کے اعمال لیکر دنیا سے جاتا ہے تو وہ دوزخ میں ڈالا جاتا ہے اور دوزخ کے سپاہی اسکو کھینچکر دوزخ کے بادشاہ کی طرف اسکو لیجاتے ہیں اور اُس بادشاہ کا نام یمہ ہے اور پھر اس دوزخی سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا تو نے اُن پانچ رسولوں کو نہیں دیکھا تھا جو تیرے آگاہ کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے اور وہ یہ ہیں۔ بچپن کا زمانہ۔ بوڑھاپے کا زمانہ۔ بیماری۔ مجرم ہو کر دنیا میں ہی سزا پا لینا جو آخرت کی سزا پر ایک دلیل ہے۔ مردوں کی لاشیں جو دنیا کی بے ثباتی ظاہر کرتی ہیں۔ مجرم جواب دیتا ہے کہ جناب میں نے اپنی بیوقوفی کے سبب ان تمام باتوں پر کچھ بھی غور نہ کی۔ تب دوزخ کے موکل اسکو کھینچکر عذاب کے مقام پر لیجائیں گے اور لوہے کی زنجیروں کے ساتھ جو آگ سے اسقدر گرم کئے ہوئے ہونگے کہ آگ کی طرح سرخ ہونگے باندھ دیئے جائیں گے اور نیز بدہ کہتا ہے کہ دوزخ میں کئی طبقے ہیں جنمیں مختلف قسم کے گنہگار ڈالے جائیں گے۔ غرض یہ تمام تعلیمیں بآواز بلند پکار رہی ہیں کہ بدہ مذہب نے حضرت مسیح کے فیض صحبت سے کچھ حاصل کیا ہے۔ لیکن ہم اسجگہ اس سے زیادہ طول دینا پسند نہیں کرتے اور اس فصل کو اسی جگہ ختم کر دیتے ہیں کیونکہ جبکہ بدہ مذہب کی کتابوں میں صریح طور پر حضرت مسیح کے اس ملک میں آنے کے لئے پیشگوئی لکھی

گئی ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور پھر اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ بدہ مذہب کی اُن کتابوں میں جو حضرت مسیح کے زمانہ میں تالیف ہوئیں انجیل کی اخلاقی تعلیمیں اور مثالیں موجود ہیں تو ان دونوں باتوں کو باہم ملانے سے کچھ شک نہیں رہ سکتا کہ ضرور حضرت مسیح اس ملک میں آئے تھے۔ سو جس شہادت کو ہم بدہ مذہب کی کتابوں میں سے ڈھونڈنا چاہتے تھے خدا کا شکر ہے کہ وہ شہادت کامل طور پر ہمیں دستیاب ہو گئی ہے۔

تیسری فصل

اُن تاریخی کتابوں کی شہادت ہیں جو اس بات کو ثابت کرتی ہیں

کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا اس ملک پنجاب اور اسکی مضافات میں آنا ضرور تھا

چونکہ طبعًا یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعہ صلیب سے نجات پاکر کیوں اس ملک میں آئے اور کس ضرورت نے انکو اس دور دراز سفر کے لئے آمادہ کیا۔ اس لئے اس سوال کا تفصیل سے جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور گو ہم پہلے بھی اس بارے میں کسی قدر لکھ آئے ہیں لیکن ہم مناسب دیکھتے ہیں کہ اس بحث کو مکمل طور پر درج کتاب کیا جائے۔

سو واضح ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ان کے فرض رسالت کے روسی ملک پنجاب اور اس کے نواح کی طرف سفر کرنا نہایت ضروری تھا کیونکہ بنی اسرائیل کی دس فرقے جن کا نام انجیل میں اسرائیل کی گم شدہ بھیڑیں رکھا گیا ہے ان ملکوں میں آگئے تھے جن کے آنے سے کسی مورخ کو انکار نہیں ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس ملک کی طرف سفر کرتے اور اُن گم شدہ بھیڑوں کا پتہ لگا کر خدا تعالےٰ کا پیغام انکو پہونچاتے اور جب تک وہ ایسا نہ کرتے تب تک انکی رسالت کی غرض بے نتیجہ اور نامکمل تھی کیونکہ جس حالت میں وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ان گم شدہ

بھیڑوں کی طرف بھیجے گئے تھے تو پھر بغیر اس کے کہ وہ اُن بھیڑوں کے پیچھے جاتے اور انکو تلاش کرتے اور انکو طریق نجات بتلاتے یونہی دنیا سے کوچ کر جانا ایسا تھا کہ جیسا کہ ایک شخص ایک بادشاہ کی طرف سے مامور ہو کہ وہ فلاں بیابانی قوم میں جاکر ایک کواں کھودے اور اُس کنوئے سے اُنکو پانی پلا دے۔ لیکن یہ شخص کسی دوسرے مقام میں تین چار برس رہکر واپس چلا جائے اور اُس قوم کی تلاش میں ایک قدم بھی نہ اٹھائے تو کیا اس نے بادشاہ کے حکم کے موافق تعمیل کی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس نے محض اپنی آرام طلبی کی وجہ سے اُس قوم کی کچھ پرواہ نہ کی۔

ہاں اگر یہ سوال ہو کہ کیونکر اور کس دلیل سے معلوم ہوا کہ اسرائیل کی دس قومیں اس ملک میں آگئی تھیں تو اس کے جواب میں ایسے بدیہی ثبوت موجود ہیں کہ انمیں ایک معمولی اور موٹی عقل بھی شبہ نہیں کر سکتی کیونکہ یہ نہایت مشہور واقعات ہیں کہ بعض قومیں مثلاً افغان اور کشمیر کے قدیم باشندے دراصل بنی اسرائیل ہیں مثلاً الائی کوہستان جو ضلع ہزارہ سے دو تین دن کے راستہ پر واقع ہے اُس کے باشندے قدیم سے اپنے تئیں بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ ایسا ہی اس ملک میں ایک دوسرا پہاڑ ہے جسکو کالا ڈاکہ کہتے ہیں اس کے باشندے بھی اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہم بنی اسرائیل ہیں اور خاص ضلع ہزارہ میں بھی ایک قوم ہے جو اسرائیلی خاندان سے اپنے تئیں سمجھتے ہیں ایسا ہی چلاس اور کابل کے درمیان جو پہاڑ ہیں جنوب کی طرف شرقاً وغرباً ان کے باشندے بھی اپنے تئیں بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ اور کشمیر کے باشندوں کی نسبت وہ رائے نہایت صحیح ثابت ہوتی ہے جو ڈاکٹر برنیر نے اپنی کتاب سیر و سیاحت کشمیر کے دوسرے حصے میں بعض محقق انگریزوں کے حوالہ سے لکھی ہے۔ یعنی یہ کہ بلاشبہ کشمیری لوگ بنی اسرائیل ہیں اور اُن کے لباس اور چہرے اور بعض رسوم قطعی طور پر فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ اسرائیلی خاندان میں سے ہیں۔ اور فارسٹر نامی

ایک انگریز اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ جب میں کشمیر میں تھا تو میں نے خیال کیا کہ میں ایک یہودیوں کی قوم کے درمیان رہتا ہوں - اور کتاب دی ریسز آف افغانستان مصنفہ ایچ ڈبلیو بلیوسی ایس آئی مطبوعہ تھاکر سپنک اینڈ کو کلکتہ میں لکھا ہے کہ افغان لوگ ملک سیریا سے آئے ہیں - بخت نصر نے انھیں قید کیا اور پرشیا اور میدیا کے علاقوں میں انھیں آباد کیا - ان مقامات سے کسی بعد کے زمانہ میں مشرق کی طرف نکلکر غور کے پہاڑی ملک میں جا بسے جہاں بنی اسرائیل کے نام سے مشہور تھے اس کے ثبوت میں ادریس نبی کی پیشگوئی ہے کہ دس قومیں اسرائیل کی جو قید میں ماخوذ ہوئی تھیں - قید سے بھاگ کر ملک ارسارۃ میں پناہ گزین ہوئیں - اور وہ اُسی ملک کا نام معلوم ہوتا ہے جسے آجکل ہزارہ کہتے ہیں اور جو علاقہ غور میں واقع ہے - طبقات ناصری جس میں چنگیز خان کی فتوحات ملک افغانستان کا ذکر ہے اسمیں لکھا ہے کہ شنبسی خاندان کے عہد میں یہاں ایک قوم آباد تھی جسکو بنی اسرائیل کہتے تھے اور بعض انمیں بڑے بڑے تاجر تھے - یہ لوگ ۶۲۲ء میں جبکہ محمد یعنے اس زمانہ میں جبکہ سیدنا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا اعلان کیا ہرات کے مشرقی علاقہ میں آباد تھے ایک قریش سردار خالد ابن ولید نامی انکے پاس رسالت کی خبر لیکر آیا کہ وہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جھنڈے کے نیچے آئیں - پانچ چھ سردار منتخب ہوکر اُس کے ساتھ ہوئے جنمیں بڑا قیس تھا جس کا دوسرا نام کش ہے - یہ لوگ مسلمان ہوکر اسلام کی راہ میں بڑی جان فشانی سے لڑے اور فتوحات حاصل کیں اور انکی واپسی پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انکو بہت تحفے دیئے اور انپر برکت بھیجی اور پیشگوئی کی کہ اس قوم کو عروج حاصل ہوگا اور بطور پیشگوئی فرمایا کہ ہمیشہ ان کے سردار مَلِک کے لقب سے مشہور رہوا کریں گے اور قیس کا نام عبدالرشید رکھدیا اور پہطان کے لقب سے سرافراز

کیا - اور لفظ پہطان کی نسبت افغان مولف یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ ایک سُریانی لفظ ہے جس کے معنے جہاز کا سکان ہے اور چونکہ نو مسلم قیس اپنی قوم کی رہنمائی کے لئے جہاز کے سُکّان کی طرح تھا اس لئے پہطان کا خطاب اسکو ملا -

اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ کس زمانہ میں غور کے افغان آگے بڑھے اور علاقہ قندہار میں جو آج کل اُن کا وطن ہے آباد ہوئے - غالباً اسلام کی پہلی صدی میں ایسا ظہور میں آیا + افغانوں کا قول ہے کہ قیس نے خالد ابن ولید کی لڑکی سے نکاح کیا اور اس سے اس کے ہاں تین لڑکے پیدا ہوئے جن کا نام سرابان - پطان اور گرگشت ہیں - سرابان کے دو لڑکے تھے جن کے نام سچرجین اور کرشچین ہیں اور اُن ہی کی اولاد افغان یعنے بنی اسرائیل کہلاتے ہیں - ایشیا کوچک کے لوگ اور مغربی اسلامی مورخ افغانوں کو سلیمانی کہتے ہیں - اور کتاب سائیکلوپیڈیا آف انڈیا ایسٹرن اینڈ سدرن ایشیا مصنفہ ای بیلفور جلد سوم میں لکھا ہے کہ قوم یہود ایشیا کے وسط جنوب اور مشرق میں پھیلی ہوئی ہیں - پہلے زمانہ میں یہ لوگ ملک چین میں بکثرت آباد تھے اور مقام یہ چو (صدر مقام ضلع شو) ان کا معبد تھا - ڈاکٹر وولف جو بنی اسرائیل کے دس غائب شدہ فرقوں کی تلاش میں بہت مدت پھرتا رہا اسکی یہ رائے ہے کہ اگر افغان اولاد یعقوب میں سے ہیں تو وہ یہودا اور بن یمین قبیلوں میں سے ہیں - ایک اور روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودی لوگ تاتار میں جلاوطن کر کے بھیجے گئے تھے اور بخارا - مرو اور خیوا کے متعلقہ علاقوں میں بڑی تعداد میں موجود تھے - پرسٹر جان شہنشاہ تاتار نے ایک خط میں جو بنام الکسیس کام نی نس شہنشاہ قسطنطنیہ ارسال کیا تھا اپنے ملک تاتار کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اِس دریا (آموں) کے پار بنی اسرائیل کے دس قبیلے ہیں جو اگرچہ اپنے بادشاہ کے ماتحت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن فی الحقیقت ہماری

رعیت اور غلام ہیں - ڈاکٹر مور کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ تاتاری قوم چوزن یہودی الاصل ہیں - اور اُن میں ابتک یہودی مذہب کے قدیم آثار پائے جاتے ہیں چنانچہ وہ ختنہ کی رسم ادا کرتے ہیں - افغانوں میں یہ روایت ہے کہ وہ دس گم شدہ بنی اسرائیلی قبائل ہیں - بادشاہ بخت نصر نے یروشلم کی تباہی کے بعد گرفتار کرکے غور کے ملک میں بسایا جو بامیان کے نزدیک ہے اور وہ خالد بن ولید کے آنے سے پہلے برابر یہودی مذہب کے پابند رہے -

افغان شکل و شباہت میں ہر طرح سے یہود نظر آتے ہیں اور اُن ہی کی طرح چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی بیوہ سے شادی کرتا ہے - ایک فرانسیسی سیّاح فرائر نامی جب ہرات کے علاقہ میں سے گذر رہا تھا تو اس نے لکھا ہے کہ اس علاقہ میں بنی اسرائیل بکثرت ہیں اور اپنے یہودی مذہب کے ارکان کے ادا کرنے کی پوری آزادی انھیں حاصل ہے - ربی بن یمین ساکن شہر ٹولیڈو (سپین) بارھویں صدی عیسوی میں گم شدہ قبیلوں کی تلاش میں گھر سے نکلا - اس کا بیان ہے کہ یہ یہودی لوگ چین ایران اور تبّت میں آباد ہیں - جوزی فس جس نے سنہ ۹۳ء میں یہودیوں کی قدیم تاریخ لکھی ہے اپنی گیارھویں کتاب میں عزرا نبی کے ساتھ قید سے واپس جانے والے یہودیوں کے بیان کے ضمن میں بیان کرتا ہے کہ دس قبیلے دریائے فرات کے اُس پار ابتک آباد ہیں اور انکی تعداد شمار سے باہر ہے - (دریائے فرات سے اس پار سے مراد فارس اور مشرقی علاقے ہیں) اور سینٹ جروم جو پانچویں صدی عیسوی میں گذرا ہے ہوسیع نبی کا ذکر کرتے ہوئے اس معاملہ کے ثبوت میں حاشیہ پر لکھتا ہے کہ اُس دن سے (بنی اسرائیل کے) دس فرقے شاہ پارتھیا یعنے پارس کے ماتحت ہیں اور ابتک قید سے رہا نہیں کئے گئے - اور اسی کتاب کی جلد اول میں لکھا ہے کہ کونٹ جورن سٹرنا اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳۳-۲۳۴ - میں تحریر کرتا ہے

کہ افغان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ بخت نصر نے ہیکل یروشلم کی تباہی کے بعد بامیان کے علاقہ میں انھیں جلا وطن کر کے بھیجدیا۔ (بامیان کا علاقہ غور کے متصل اور افغانستان میں واقع ہے)۔ اور کتاب اے نیریے ٹو آف اے ذرٹ ٹو غزنی کابل افغانستان۔ مصنفہ جی ٹی ویگن ایف جی ایس مطبوعہ ۱۸۴۰ء کے صفحہ ۱۶۶ میں لکھا ہے کہ کتاب مجمع الانساب سے ملا خدا داد نے پڑھکر سنایا کہ یعقوب کا بڑا بیٹا یہودا تھا اُس کا بیٹا اُسرک تھا۔ اُسرک کا بیٹا اکنور۔ اکنور کا بیٹا معالب۔ معالب کا فرلائی۔ فرلائی کا بیٹا قیس تھا۔ قیس کا بیٹا طالوت۔ طالوت کا ارمیاہ۔ اور ارمیاہ کا بیٹا افغان تھا اس کی اولاد قوم افغان ہے اور اسی کے نام پر افغان کا نام مشہور ہوا۔ افغان بخت نصر کا ہم عصر تھا اور بنی اسرائیل کہلاتا تھا اور اُس کے چالیس بیٹے تھے۔ اسکی چونتیسویں پشت میں دو ہزار برس بعد وہ قیس ہوا جو محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں تھا۔ اس سے چونسٹھ نسلیں ہوئیں۔ سلم نامی۔ افغان کا سب سے بڑا بیٹا اپنے وطن شام سے ہجرت کر کے غور مشکوہ کے علاقہ میں جو ہرات کے قریب ہے آباد ہوا۔ اسکی اولاد افغانستان میں پھیل گئی۔

اور کتاب اے سائیکلوپیڈیا آف جیوگرافی مرتبہ جیمز برائیس ایف جی ایس مطبوعہ لندن ۱۸۵۶ء کے صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے کہ افغان لوگ اپنا سلسلہ نسب سال بادشاہ اسرائیل سے ملاتے ہیں اور اپنا نام بنی اسرائیل رکھتے ہیں۔ الگزنڈر برنس کا قول ہے کہ افغان یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ وہ یہودی الاصل ہیں۔ شاہ بابل نے انھیں قید کر کے غور کے علاقہ میں لا بسایا جو کابل سے شمال مغرب میں واقع ہے۔ یہ لوگ ۶۲۲ء تک اپنے یہودی مذہب پر رہے۔ لیکن خالد بن عبداللہ (غلطی سے ولید کی جگہ عبداللہ لکھا ہوا ہے) نے اس قوم کے ایک سردار کی لڑکی سے بیاہ کر لیا اور اُن کو اس سال میں دین اسلام قبول کرایا۔

اور کتاب ہسٹری آف افغانستان مصنفہ کرنیل جی بی میلسن مطبوعہ لندن ۱۸۷۸ء صفحہ ۳۹ میں لکھا ہے کہ عبداللہ خان ہراتی اور فرانسیسی سیاح فرائر یا نی سر ولیم جونز (جو ایک بڑا متبحر عالم علوم شرقیہ گذرا ہے) اس بات پر متفق ہیں کہ افغان قوم بنی اسرائیلی الاصل ہیں اور دس گم شدہ فرقوں کی اولاد ہیں۔ اور کتاب ہسٹری آف دی افغانس مصنفہ جی پی فرائر (فرانسیسی) مترجمہ کپتان ولیم جے سی مطبوعہ لندن ۱۸۵۸ء صفحہ ایمیں لکھا ہے کہ شرقی مورخوں کی کثرت رائے یہی ہے کہ افغان قوم بنی اسرائیل کے دس فرقوں کی اولاد سے ہیں اور یہی رائے افغانوں کی اپنی ہے۔ اور یہی مورخ اس کتاب کے صفحہ ۴ میں لکھتا ہے کہ افغانوں کے پاس اس بات کے ثبوت کے لئے ایک دلیل ہے جسکو وہ یوں پیش کرتے ہیں کہ جب نادر شاہ ہند کی فتح کے ارادہ سے پشاور پہونچا تو یوسف زئی قوم کے سرداروں نے اس کی خدمت میں ایک بائبل عبرانی زبان میں لکھی ہوئی پیش کی اور ایسا ہی کئی دوسری چیزیں پیش کیں جو ان کے خاندانوں میں اپنے قدیم مذہب کے رسوم ادا کرنے کے لئے محفوظ چلی آتی تھیں۔ اس کیمپ کیساتھ یہودی بھی موجود تھے جب انکو یہ چیزیں دکھلائی گئیں تو فوراً انھوں نے انکو پہچان لیا اور پھر یہی مورخ اپنی کتاب کے صفحہ چہارم کے بعد لکھتا ہے کہ عبداللہ خان ہراتی کی رائے میرے نزدیک بہت قابل اعتبار ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:۔ ملک طالوت (سال کے دو بیٹے تھے ایک کا نام افغان دوسرے کا نام جالوت۔ افغان اس قوم کا مورث اعلیٰ تھا۔ داؤد اور سلیمان کی حکومت کے بعد بنی اسرائیل میں خانہ جنگی شروع ہوگئی اور فرقے فرقے الگ الگ بن گئے۔ بخت نصر کے زمانہ تک یہی حالت رہی۔ بخت نصر نے چڑھائی کرکے ستر ہزار یہودی قتل کئے اور شہر تباہ کیا۔ اور باقی یہودیوں کو قید کرکے بابل لیگیا۔ اس مصیبت کے بعد افغان کی اولاد خوف کے مارے جودیا سے ملک عرب میں بھاگ کر جا بسے اور بہت عرصہ تک یہاں آباد رہے۔ لیکن چونکہ پانی اور زمین کی قلت تھی

اور انسان اور حیوان کو تکلیف تھی اس لئے انھوں نے ہندوستان کی طرف چلے آنے کا ارادہ کیا - ابدالیوں کا ایک گروہ عرب میں پڑا رہا اور (حضرت) ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں اُن کے ایک سردار نے اُن کا رشتہ خالد بن ولید سے قائم کیا ++++ جب ایران اہل عرب کے قبضہ میں آیا تو یہ قوم عرب سے نکل کر ایران کے علاقوں فارس اور کرمان میں جا بسے - اور حملہ چنگیز خاں تک یہیں بستے رہے - اس کے مظالم کی تاب نلاکر ابدالی فرقہ مکران سندہ اور ملتان کے راستے ہندوستان پہونچا - لیکن یہاں اُنھیں چین نصیب نہوا (آخرکار) وہ کوہ سلیمان پر جا ٹھہرے - باقیماندہ ابدالی فرقے کے لوگ بھی یہاں جمع ہو گئے - ان کے چوبیس فرقے تھے جو افغان کی اولاد میں سے تھے جس کے تین بیٹے تھے جن کے نام سرابند (سرابان) ارکش (گرگشت) کرلن (بطان) انمیں ہر ایک کے آٹھ فرزند ہوئے جن کے نام پر چوبیس قبیلے ہوئے - ان کے نام مع قبائل یہ ہیں -

سرابند کے بیٹے	قبائل کے نام
ابدال	ابدالی
یوسف	یوسف زئی
بابور	بابوری
وزیر	وزیری
لوہان	لوہانی
برچ	برچی
خوگیان	خوگیانی
شران	شرانی

گرگشت (ارکش) کے بیٹے	قبائل کے نام
خلج	خلجی غلزئی
کاکر	کاکری
جمورین	جمورینی
ستوریان	ستوریانی
پین	پینی
کس	کسی
تکان	تکانی
نصر	نصری

کرلن کے بیٹے	قبائل

خنگ	خنگی	زاز	زازی
سور	سوری	باب	بابی
آفرید	آفریدی	بنگنیش	بنگنیشی
طور	طوری	لنڈیپور	لنڈیپوری

تمّ کلامہٗ

اور کتاب مخزن افغانی تالیف خواجہ نعمت اللہ ہراتی بعہد جہانگیر شاہ تالیف شدہ سنہ ۱۰۱۸ ہجری جسکو پروفیسر برنہارڈ ڈورن (خارکو یونیورسٹی) نے بمقام لندن ترجمہ کرکے سنہ ۱۸۳۶ء میں شایع کیا ہے اس کے مفصلہ ذیل ابواب ہیں یہ بیان ہے۔

باب اول میں بیان تاریخ یعقوب اسرائیل ہے جس سے اس (افغان) قوم کا شجرہ نسب شروع ہوتا ہے۔

باب دوم میں مضمون تاریخ شاہ طالوت ہے۔ یعنے افغانوں کا شجرہ نسب طالوت سے ملایا گیا ہے۔

صفحہ ۲۲ و ۲۳ میں لکھا ہے کہ طالوت کے دو بیٹے تھے۔ برخیا اور ارمیاہ۔ برخیاہ کا بیٹا آصف تھا اور ارمیاہ کا افغان۔ اور صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے کہ افغان کے ۲۴ بیٹے تھے اور افغان کی اولاد کے برابر کوئی اور اسرائیلی قبیلہ میں نہ تھا۔ اور صفحہ ۶۵ میں لکھا ہے کہ بخت نصر نے تمام شام پر قبضہ کرلیا اور اقوام بنی اسرائیل کو جلاوطن کرکے غور۔ غزنی۔ کابل۔ قندہار اور کوہ فیروز کے کوہستانی علاقوں میں لابسایا۔ جہاں خاصکر آصف اور افغان کی اولاد رہ پڑی۔

---

* معتبر تواریخ مثلاً تاریخ طبری۔ مجمع الانساب۔ گزیدہ جہانگشائی۔ مطلع الانوار۔ معدن اکبر سے خلاصہ کرکے یہ کتاب بنائی گئی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۳ دیباچہ از مصنف)

باب سوم میں یہ بیان ہے کہ بخت نصر نے جب بنی اسرائیل کو شام سے نکالدیا تو آصف اور افغان کی نسل کے چند قبائل عرب میں جاگزین ہوئے۔ اور عرب ان کو بنی اسرائیل اور بنی افغان کے ناموں سے نامزد کرتے تھے۔

اور اس کتاب کے صفحہ ۳۷ و ۳۸۔ مصنف مجمع الانساب اور مستوفی مصنف تاریخ گزیدہ کے حوالہ سے تفصیلا بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات میں خالد بن ولید نے ان افغانوں کی طرف دعوت اسلام کا پیغام بھیجا جو بخت نصر کے واقعہ کے بعد غور کے علاقہ ہی میں رہ پڑے تھے۔ افغان سردار بسر براہی قیس جو ۳۷ پشتوں کے بعد طالوت کی اولاد تھا حاضر خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ قیس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الرشید رکھا (اسجگہ عبد الرشید قیس کا شجرہ نسب طالوت (سال) تک دیا ہے)۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداروں کا نام پٹھان رکھا جس کے معنے سکان جہاز کے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد سردار واپس اپنے ملک میں آئے اور اسلام کی تبلیغ کی۔

اور اسی کتاب مخزن افغانی کے صفحہ ۶۳ میں لکھا ہے کہ بنی افغنہ یا بنی افغان ناموں کی نسبت فرید الدین احمد اپنی کتاب رسالہ انساب افغانیہ میں مفصلہ ذیل عبارت لکھتا ہے:۔ "بخت نصر مجوسی جب بنی اسرائیل اور شام کے علاقوں پر مستولی ہوا اور یروشلم کو تباہ کیا تو بنی اسرائیل کو قیدی اور غلام بنا کر جلا وطن کر دیا اور اس قوم کے کئی قبیلے جو موسوی شریعت کے پابند تھے اپنے ساتھ لیگیا اور حکم دیا کہ وہ آبائی مذہب چھوڑ کر خدا کی بجائے اس کی پرستش کریں۔ لیکن انھوں نے انکار کیا۔ بنابریں بخت نصر نے نہایت عاقل اور فہیم لوگوں میں سے دو ہزار کو مار ڈالا اور باقیوں کے لئے حکم دیا کہ اس کے مقبوضات اور شام سے کہیں باہر چلے جائیں ان کا ایک حصہ ایک سردار کے ماتحت بخت نصر کے مقبوضات سے نکلکر کوہستان

غور میں چلا گیا اور یہاں انکی اولاد رہ پڑی - دن بدن انکی تعداد بڑھتی گئی اور لوگوں نے انکو بنی اسرائیل - بنی آصف اور بنی افغان ناموں سے موسوم کیا -

صفحہ ۶۴ میں مصنف مذکور کا قول ہے کہ معتبر کتب مثلاً تاریخ افغانی - تاریخ غوری وغیرہ میں یہ دعویٰ درج ہے افغان بہت زیادہ حصہ تو بنی اسرائیل ہیں اور کچھ حصہ قبطی" - نیز ابو الفضل کا بیان ہے کہ بعض افغان اپنے آپکو مصری الاصل سمجھتے ہیں اور یہ وجہ پیش کرتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل یروشلم سے مصر واپس گئے - اس فرقہ (یعنے افغان) نے ہندوستان کو نقل مقام کیا - اور صفحہ ۶۴ میں فرید الدین احمد افغان کے نام کی بابت یہ لکھتا ہے :- افغان نام کی نسبت بعض نے یہ لکھا ہے کہ (شام سے) جلا وطنی کے بعد جب وہ ہر وقت اپنے وطن مالوف کا دل میں خیال لاتے تھے تو آہ و فغان کرتے تھے لہذا ان کا نام افغان ہوا اور یہی رائے سر جان ملکم کی ہے دیکھو ہسٹری آف پرشیا جلد ا صفحہ ۱۰۱ -

اور صفحہ ۶۳ میں مہابت خان کا بیان ہے کہ "چوں ایشاں از توابع و لواحق سلیمان علیہ السلام اند بنابراں ایشاں را مردم عرب سلیمانی گویند -

اور صفحہ ۶۵ میں لکھا ہے تقریباً تمام مشرقی مورخوں کی یہی تحقیقات ہے کہ افغان قوم کا اپنا یہی اعتقاد ہے کہ وہ یہودی الاصل ہیں - اور اس رائے کو زمانہ حال کے بعض مورخوں نے بھی اختیار کیا ہے یا غالباً صحیح سمجھا ہے - ..... اور یہ رواج کہ افغان یہودیوں کے نام اپنے نام رکھتے ہیں بیشک افغانوں کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے ہے (لیکن مترجم برنہارڈ دورن کا یہ خیال کوئی ثبوت نہیں رکھتا - پنجاب کے شمال و مغربی حصہ میں اکثر ایسی قومیں ہندی الاصل آباد ہیں جو آباد ہو گئی ہیں لیکن ان کے نام یہودی ناموں کی طرز پر ہرگز نہیں - جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ہو جانے سے ایک قوم میں یہودی نام داخل نہیں ہو جاتے) " افغان کے خط و خال یہودیوں

سے حیرت انگیز طور پر مشابہت رکھتے ہیں اور اس بات کو ان محققوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے جو افغانوں کے دعوئے یہودی الاصل ہونے پر کچھ التفات نہیں کرتے۔ اور یہی ایک ثبوت ہے جو اُن کے یہودی الاصل ہونے کے بارے میں مل سکتا ہے۔ سر جان ملکم کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں :۔ "اگرچہ افغانوں کا (یہودیوں کی) معزز نسل سے ہونے کا دعویٰ بہت مشتبہ ہے۔ لیکن ان کی شکل و ظاہری خط و خال اور ان کے اکثر رسوم سے یہ امر صاف ظاہر ہے کہ وہ (افغان) فارسیوں۔ تاتاریوں۔ اور ہندیوں سے ایک جدا قوم ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ صرف یہی بات اس بیان کو معتبر ٹھہراتی ہے جسکی مخالفت بہت سے قوی واقعات کرتے ہیں اور جس کا کوئی صاف ثبوت نہیں ملتا۔ اگر ایک قوم کی دوسری قوم کے ساتھ شکل و وضع میں مشابہت رکھنے سے کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے تو کشمیری اپنے یہودیوں والے خط و خال کی وجہ سے یقیناً یقیناً یہودی الاصل ثابت ہونگے اور اس بات کا صرف برنیر نے ہی نہیں بلکہ فارسٹر اور شاید دیگر محققوں نے ذکر کیا ہے"۔

"..... اگرچہ فارسٹر برنیر کی رائے کو تسلیم نہیں کرتا تاہم وہ اقرار کرتا ہے کہ جب وہ کشمیریوں میں تھا تو اس نے خیال کیا کہ وہ ایک یہودیوں کی قوم کے درمیان رہتا ہے۔

اور کتاب ڈکشنری آف جیوگرافی مرتبہ اے کے جانسٹن کے صفحہ ۲۵۰ میں کشمیر کے لفظ کے بیان میں یہ عبارت ہے :۔ یہاں کے باشندے دراز قد۔ قوی ہیکل۔ مردانہ شباہت والے۔ عورتیں مکمل اندام والیں۔ خوبصورت۔ بلند خمدار بینی والے۔ شکل و وضع میں بالکل یہودیوں کے مشابہ ہیں۔

اور سول اینڈ ملیٹری گزٹ (مطبوعہ ۲۳۔ نومبر ۱۸۹۸ء صفحہ ۴) میں بعنوان مضمون سواتی اور آفریدی (اقوام) لکھا ہے کہ ہمیں ایک اعلیٰ درجہ کا قیمتی اور دلچسپ مضمون ملا ہے جو برٹش ایسوسی ایشن کے ایک حال کے جلسہ میں ایسوسی ایشن مذکورہ کی شاخ متعلقہ تاریخ طبعی نوع انسان میں پیش کیا گیا ہے۔ اور جو کمیٹی تحقیقات تاریخ

طبعی انسان کے موسم سرما کے جلسہ میں ابھی سنایا جانا ہے - ہم وہ مکمل مضمون ذیل میں درج کرتے ہیں ..... ہندوستان کی مغربی سرحد کے پٹھان یا پکتان باشندونکا حال قدیمی تاریخوں میں موجود ہے اور بہت سے فرقونکا ذکر ہیرودوتس نے اور سکندر اعظم کے تاریخ نویسوں نے کیا ہے وسطی زمانہ میں اس پہاڑ کا غیر آباد اور ویرانہ کا نام روہ تھا اور اس علاقہ کے باشندوں کا نام رہیلہ تھا اور اس میں شک نہیں کہ یہ رہیلے یا پٹھان قوم افغانان کے نام و نشان سے پہلے ان علاقوں میں آباد تھے - اب سارے افغان پٹھانوں میں شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ وہ پٹھانی زبان یعنے پشتو بولتے ہیں لیکن وہ ان سے کسی رشتہ کا اقرار نہیں کرتے - اور اُنکا دعویٰ ہے کہ ہم بنی اسرائیل ہیں یعنے ان فرقوں کی اولاد ہیں جنکو بخت نصر قید کرکے بابل لیگیا تھا - مگر سب نے پشتو زبان کو اختیار کرلیا ہے - اور سب اسی مجموعہ قوانین ملکی کو مانتے ہیں جس کا نام پکتان والی ہے اور جس کے بہت سے قواعد پُرانی موسوی شریعت سے عجیب طور پر مشابہت رکھتے ہیں اور بعض اقوام راجپوت کے پرانے رسم ورواج سے بھی ملتے جلتے ہیں -

..... اگر ہم اسرائیلی آثار کو زیر نظر رکھکر دیکھیں تو ظاہر ہوگا کہ پٹھانوں کی قومیں دو بڑے حصوں میں منقسم ہوسکتی ہیں ..... یعنے اول وہ فرقے ہندی الاصل ہیں جیسے وزیری - آفریدی - اورک زئی وغیرہ - دوسرے افغان جو سامی (Semitic) ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور سرحد پر زیادہ آبادی انہی کی ہے - اور کم سے کم یہ ممکن ہے کہ پکتان والی جو ایک غیر مکتوب ضابطہ قواعد ملکی ہے - سب کا ملکر تیار ہوا ہے اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ موسوی احکام راجپوتی رسوم سے ملے ہوئے ہیں جنکی ترمیم اسلامی رسوم نے کی ہے - وہ افغان جو اپنے تئیں درّانی کہلاتے ہیں اور جسسے کہ درّانی سلطنت کی بنیاد پڑی ہے یعنے ۱۵۰ سال سے اپنے تئیں درّانی ہی نامزد کرتے آئے ہیں کہتے ہیں کہ وہ اصلاً اسرائیلی فرقوں کی اولاد سے ہیں اور ان کی نسل کش (قیس)

سے جاری ہوتی ہے جسکو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پٹھان کے نام سے موسوم کیا جس کے معنے سریانی زبان میں سُکّان کے ہیں کیونکہ اس نے لوگوں کو اسلام کی لہروں میں (کشتی کی طرح) چلانا تھا۔ ..... اگر ہم قوم افغان کا قوم اسرائیل سے کوئی قدیمی رشتہ نہ مانیں تو اُن اسرائیلی ناموں کی کوئی وجہ بیان کرنا ہمارے لیئے مشکل ہو جاتا ہے جو عام طور پر رائج ہیں اور بعض رسوم مثلاً عید فصح کے تہوار کی رائج ہونے کی وجہ بیان کرنا اور بھی ہمارے لئے دشوار ہو جاتا ہے۔ اور قوم افغان کی یوسف زئی شاخ اگر عید فصح کی حقیقت کو سمجھکر نہیں مناتے تو کم سے کم اُن کا تہوار عید فصح کی نہایت عجیب اور عمدہ نقل ہے۔ ایسا ہی اسرائیلی رشتہ نہ ماننے کی حالت میں ہم اُس اصرار کی بھی کوئی وجہ نہیں بتلا سکتے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ افغانوں کو اس روایت کے بیان کرنے اور اسپر قائم رہنے میں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کی صداقت کی کوئی اصلی بنیاد ضرور ہو گی۔ بلیو (Bellew) کی رائے ہے کہ اسرائیلی رشتہ کا درحقیقت سچا ہونا ممکن ہے مگر وہ بیان کرتا ہے کہ افغانوں کی تین بڑی شاخوں میں سے جو اپنے تئیں قیس کی اولاد بیان کرتے ہیں کم سے کم ایک شاخ سارابور کے نام سے موسوم ہے اور یہ لفظ پشتو زبان میں اس نام کا ترجمہ ہے جو پرانے زمانے میں سورج بنسی راجپوتوں کا نام تھا جن کی نسبت یہ معلوم ہے کہ ان کی بستیاں مہابھارت کی لڑائی میں چندر بنسی خاندان سے شکست کھا کر افغانستان میں آبسی تھیں۔ اسطرح معلوم ہوا کہ ممکن ہے کہ افغان بنی اسرائیل ہوں جو قدیمی راجپوتوں میں مل گئے ہوں اور ہمیشہ سے میری نظر میں افغانوں کے اصل و نسل کے مسئلہ کا صحیح حل نہایت ہی اغلب طور پر یہی معلوم ہوتا رہا ہے۔ بہرنمط آجکل کے افغان روایت و تامل کی بنا پر اپنے تئیں برگزیدہ قوم یعنے ابراہیم کی اولاد میں سے شمار کرتے ہیں۔ .....

ان تمام تحریرات کو جو نامی مولفوں کی کتابوں میں سے ہمنے لکھی ہیں یکجائی

طور پر تصوّر میں لانے سے ایک صادق کو یقین کامل ہو سکتا ہے۔ کہ یہ قومیں جو افغان اور کشمیری اس ملک ہندوستان اور اس کے حدود اور نواح میں پائی جاتی ہیں دراصل بنی اسرائیل ہیں۔ اور ہم اس کتاب کے دوسرے حصّہ میں انشاء اللہ زیادہ تر تفصیل سے اس بات کو ثابت کریں گے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے اِس سفر دُور دراز یعنی ہندوستان کے سفر کی علّت غائی یہی تھی کہ تا وہ اُس فرض سے سُبکدوش ہو جائیں۔ جو تمام اسرائیلی قوموں کو تبلیغ کا فرض اُن کے ذمہ تھا۔ جیسا کہ وہ انجیل میں اس بات کی طرف اشارہ بھی کر چکے ہیں۔ پس اس حالت میں یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ ہندوستان اور کشمیر میں آئے ہوں۔ بلکہ تعجب اس بات میں ہے کہ بغیر ادا کرنے اپنے فرض منصبی کے وہ آسمان پر جا بیٹھے ہوں۔ اب ہم اس حصّہ کو ختم کرتے ہیں۔

والسّلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

المؤلف

خاکسار

میرزا غلام احمد مسیح موعودؑ

از قادیان ضلع گورداسپور